الھدیٰ (189) | ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیت 11)

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ۚ فَاِنۡ کُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَیۡنِ فَلَہُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ۚ وَ اِنۡ کَانَتۡ وَاحِدَۃً فَلَہَا النِّصۡفُ ؕ وَ لِاَبَوَیۡہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَہٗۤ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَہٗۤ اِخۡوَۃٌ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصِیۡ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ لَکُمۡ نَفۡعًا ؕ فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۱﴾﴾

’’اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔ اور اگر اولادِ میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (یعنی دو یا) دو سے زیادہ تو کُل ترکے میں اُن کا دو تہائی۔ اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف۔ اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ بشرطیکہ میت کے اولاد ہو۔ اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اُس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ۔ اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (اور یہ تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اُس نے کی ہو یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اُس کے ذمے ہو عمل میں آئے گی) تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔‘‘

یہاں سے چار آیات پر مشتمل ایک مختصر سا رکوع شروع ہو رہا ہے‘ لیکن اس کے اندر معجزانہ وسعت اور جامعیت ہے۔ ان چار آیات کے اندر اسلام کا پورا نظامِ وراثت بیان ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ (وراثت میں) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ اور اگر بیٹیاں ہی بیٹیاں ہوں اور وہ دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو 2/3 حصہ ملے گا۔ اور اگر ایک ہی بیٹی ہے تو اس کو آدھا ملے گا۔ ظاہر ہے کہ بیٹا ایک ہی وارث ہے تو پورے کا پورا وارث ہو جائے گا۔ چونکہ بیٹی کا حصہ بیٹے سے آدھا ہے تو اگر ایک ہی بیٹی ہے تو اسے آدھی وراثت ملے گی اور آدھی دوسرے لوگوں کو جائے گی۔ وہ ایک علیحدہ معاملہ ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ مرنے والے کے والدین زندہ ہیں تو اُن کا بھی حصہ ہے۔ والدین میں سے ہر ایک کے لیے 1/6 حصہ مقرر ہے۔ اگر ایک شخص بے اولاد مر گیا ہے تو اور بات ہو گی اور اگر اولاد ہے تو والد کو 1/6 اور والدہ کو 1/6 دونوں کو کل جائیداد کا 1/3 حصہ ملے گا۔ باقی 2/3 حصہ اولاد میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور اگر مرنے والے کی اولاد نہیں اور اس کے وارث اُس کے والدین ہی ہیں تو اب ماں کو 1/3 اور باپ کو 2/3 حصہ ملے گا‘ یعنی باپ کا حصہ ماں کے حصے سے دوگنا ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے بھائی ہیں تو پھر ماں کا حصہ اور کم رہ جائے گا‘ یعنی ثلث (1/3) کے بجائے سدس (1/6)۔ لیکن ساتھ ہی حکم ہے کہ وراثت کی تقسیم سے پہلے دو کام کرنے ہیں‘ یعنی اگر کوئی وصیت کی ہے تو اس وصیت کو پورا کیا جائے اور اگر فوت ہونے والے پر کوئی قرض ہے تو وہ ادا کیا جائے‘ اس کے بعد وراثت تقسیم ہو گی۔

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے ہیں مگر تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارے لیے زیادہ نافع ہے۔ اس معاملے میں اپنی عقلوں پر اعتماد نہ کرو۔ جو کچھ بتایا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ وراثت بوڑھے ماں باپ کو کیوں مل رہی ہے‘ وہ تو کھا پی چکے‘ اپنی ضروریات پوری کر چکے‘ ضرورت تو اولاد کو ہے کہ انہوں نے کاروبار کرنا ہے‘ زندگی گزارنے کے لیے انہیں پیسے کی ضرورت ہے‘ تو وراثت تو بیٹے بیٹیوں کو ملنی چاہیے۔ اس طرح کی سوچ غلط ہے‘ بس اللہ کا حکم مانو۔ یقیناً وہ العلیم اور الحکیم ہے۔ اُس کا کوئی حکم علم اور حکمت سے خالی نہیں۔ ضروری نہیں کہ انسان اللہ کے ہر حکم کی حکمت جان سکے۔ کیونکہ انسان کی سوچ بچار ایک محدود دائرے کے اندر اندر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور حکمت بے پایاں ہے۔

فرمانِ نبویؐ | چودھری رحمت اللہ بٹر

مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا)) (مسلم)

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جو ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے‘‘۔

یعنی کوئی فرد یا گروہ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے‘ غارت گری‘ ڈاکہ زنی‘ اور لوٹ کھسوٹ کی غرض سے حملہ آور ہو یا سیاسی اور گروہی اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں پر تشدد کرے تو یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کا مرتکب آنجناب ﷺ کے ارشاد کے مطابق ملتِ اسلامیہ سے کٹ جاتا ہے۔

مسلمانوں کو قتل کرنا‘ ان کے گھروں کو جلانا‘ ان پر حملہ کرنا‘ انہیں خوف زدہ اور مرعوب کرنے کے لیے دھمکی دینا اور ان پر تشدد کرنا گناہ‘ ناجائز بلکہ حرام ہے۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ ایسے افراد اور گروہوں کا سختی سے محاسبہ کرے جن سے شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

مقتدر طبقہ کی ''غربت'' دور کرنے والا بجٹ!

06-2005ء کا بجٹ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ پاکستان کے پہلے فوجی حکمران کے پوتے نے اسے چوتھے فوجی حکمران کے دور میں پیش کیا۔ حکمرانی کی یہ وہ روایات ہیں جنہیں اکیسویں صدی میں عرب کے صحراؤں میں اور افریقہ کے جنگلوں میں بھی ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ ان پسماندہ ممالک میں بھی اچھے برے جمہوری غیر جمہوری دساتیر ہیں جن پر بہرحال عملدرآمد ہوتا ہے۔ وطن عزیز میں انتہائی مضحکہ خیز نظام نافذ ہے۔ فوج کا سربراہ یعنی کمانڈر انچیف آئین کے مطابق سیکریٹری دفاع کے ماتحت ہے۔ پھر وزیر دفاع اور وزیر اعظم سربراہ حکومت ہیں جبکہ صدر سربراہ مملکت اور تینوں افواج کے سپریم کمانڈر ہیں۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ کمانڈر انچیف جنرل مشرف صدر مملکت بنے بیٹھے ہیں اور سب کچھ ان کے انگوٹھے کے نیچے ہے۔ قصہ کوتاہ اس پراسرار نظام کے تحت خزانہ کے وزیر مملکت عمر ایوب نے قومی اسمبلی میں 10 کھرب 98 ارب 50 کروڑ کا بجٹ پیش کیا جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 21.7 فیصد حجم میں بڑا ہے۔ سرکاری ملازموں کی تنخواہوں میں 23 سے 30 فیصد اور پنشن میں 10 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ کم از کم تنخواہ 2500 روپے سے بڑھا کر 3000 روپے کر دی گئی ہے۔ دفاع کے لئے 30 ارب یعنی نظر ثانی شدہ ہدف سے 7 ارب روپے زائد رکھے ہیں۔ بینکوں سے یکمشت 25 ہزار روپیہ نکلوانے پر 0.1 فیصد یعنی ایک روپیہ فی ہزار ٹیکس عائد کر دیا گیا ہے۔ پراپرٹی پر ٹیکس تجویز کیا گیا تھا لیکن عین وقت پر اُسے واپس لے لیا گیا ہے۔ غربت کم کرنے کے لئے تین سو چوبیس ارب (324) مختص کئے گئے۔ بہت سی اشیا پر ایکسائز کو کم کیا گیا ہے اور کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ کسی بڑے ڈیم کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔ صحت اور تعلیم کے لئے بالترتیب 68.6 فیصد اور 48.6 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ سیلز ٹیکس کا ہدف 55 ارب روپے سے بڑھا کر 294 ارب اور انکم ٹیکس کا ہدف 30 ارب روپے سے بڑھا کر 206 ارب روپے کر دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بجٹ اعداد و شمار کا کھیل ہے جس سے عام آدمی کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ بجٹ کے اعلان کے فوری بعد حکومتی بینچوں سے واہ واہ کے ڈونگرے برسائے جانے شروع ہو جاتے ہیں اور اپوزیشن اس کو عوام کش اور عوام دشمن بجٹ قرار دیتے ہیں۔ ہماری رائے میں دونوں محض اپنی نوکری پکی کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم تو سیدھی سی بات جانتے ہیں کہ اٹھاون سال میں آج تک کوئی ایک بجٹ بھی عوامی تکالیف اور مصائب میں کمی نہیں کر سکا بلکہ ان میں اضافہ کا باعث بنا۔ آج اہلِ پاکستان کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ معاشرے سے عدل عنقا ہو چکا ہے۔ مرکزی حکومت ہو یا صوبائی اور مقامی حکومتیں ہر سطح پر عام شہری کو بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ یہی رویہ بڑے صنعتی اور تجارتی اداروں نے اختیار کیا ہے۔ مقتدر لوگ عام شہری کا خون نچوڑ کر مفادات حاصل کر رہے ہیں۔ سول سوسائٹی بھی عام شہری کی بہتری کے لئے کوئی رول ادا کرنے میں بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ سیاست اور اسمبلیاں تجارتی کارپوریشن کی حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ حکومتی ارکان ہوں یا حزبِ اختلاف کے ارکان، غریب کی محبت میں ہلکان ہو جاتے ہیں لیکن اُس کی شہ رگ سے خون نچوڑ کر اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں۔ اس بجٹ کا تجزیہ کر لیں کہ تین سو چوبیس ارب روپیہ غربت میں کمی کرنے کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ ہر سال بجٹ میں اس مد میں کم و بیش بڑی رقم مختص کی جاتی ہے۔ لیکن غربت میں اضافہ کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کہاں جاتی ہیں یہ رقمیں؟ کون انہیں ہضم کر جاتا ہے؟ شاید فی الحال اس سے صرف مقتدر طبقہ کی غربت دور کی جا رہی ہے' کیونکہ عملاً غرباء کی غربت اور امراء کی امارت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہو کر خطرناک حد کو چھو رہی ہے اور یہ آتش فشاں کسی وقت پھٹ کر سب کچھ بھسم کر دے گا۔ عام شہریوں کو اس طرح دیوار سے لگا دیا گیا ہے کہ کسی وقت تنگ آمد بجنگ آمد کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔ اعداد و شمار کی جادوگری کا اندازہ کیجئے کہ بہت بڑی تعداد میں اشیاء پر سے ایکسائز ڈیوٹی کم کی گئی ہے لیکن ایکسائز کی وصولی کا ہدف 55 ارب سے بڑھا کر 294 ارب کر دیا گیا ہے۔ عوام کو ریلیف دینے کا بلند بانگ دعوے کرنے کے بعد اعلان کیا گیا ہے کہ انکم ٹیکس کی وصولی کا ہدف 30 ارب سے 206 ارب کر دیا گیا ہے' یعنی 7 گنا زیادہ۔ کیا یہ ہدف آسمانی مخلوق پر ٹیکس لگا کر پورا کیا جائے گا؟ بینکوں سے 25 ہزار روپیہ سے زیادہ رقم نکلوانے پر ٹیکس لگا کر متوسط طبقہ کی جھکی ہوئی کمر پر ایک اور بھاری پتھر رکھ دیا گیا ہے۔ دفاعی بجٹ (باقی صفحہ 18 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
21	9 تا 15 جون 2005ء یکم تا 7 جمادی الاوّل 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے
☆☆☆
''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

جاوید سے

اٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفسِ سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

❁ یہ شعر ''بالِ جبریل'' کے سرورق پر درج ہے۔ مولانا غلام رسول مہر کی رائے میں یہ شعر ''بالِ جبریل'' کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ راقم کو اقبال کے نئے اور جدید شارح جناب احمد جاوید کی زیر قلم ''شرح بالِ جبریل'' دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہاں اس شعر کی شرح میں اُن کے خیالات منقول ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''اُٹھ''

1:1 تو لیٹا ہوا ہے' اُٹھ جا!
1:2 تو پاؤں توڑ کر بیٹھ رہا ہے' کھڑا ہو جا!
1:3 تو مایوس ہو چکا ہے۔ ہمت کر اور نئے سرے سے سرگرم عمل ہو جا!
1:4 تو سو گیا ہے' جاگ جا!
1:5 تو اپنے آپ کو بھولا ہوا ہے' ہوش میں آ!
1:6 تو زندگی کی پست سطحوں میں مبتلا ہے' ان گراوٹوں سے بلند ہو جا!
1:7 تو بہت بلندی سے گرا ہے' ماتم میں وقت ضائع مت کر' اُٹھ جا!
1:8 تو مر چکا ہے' پھر سے جی اُٹھ!
1:9 تو خلیفۃ اللہ ہے/ مقصودِ کائنات ہے/ خلاصۂ ہستی ہے/ مظہرِ خدا ہے! یوں بیکار مت بیٹھ' جس کام کے لیے بھیجا گیا ہے اُسے شروع کر دے۔
1:10 کائنات اپنی تکمیل اور بقا کے لیے تیری منتظر ہے۔ اُٹھ اور اسے مکمل اور زندہ کر دے!
1:11 تیرے بیٹھ رہنے سے کارخانۂ ہستی ویران پڑا ہے۔ اُٹھ اور اس کی ویرانی ختم کر دے!

''خورشید''

2:1 نظامِ کائنات کا مرکز
2:2 وقت کی اصل اور مکان کا منتہا
2:3 لوحِ تقدیر
2:4 حقیقتِ حیات' سرچشمۂ زندگی
2:5 عروج کی آخری حد/ رسائی کا انتہائی درجہ
2:6 ناممکن الحصول بلندی

''خورشید کا سامانِ سفر''

3:1 وہ سامان جو انسان/ مسلمان کو خورشید تک پہنچنے کے لیے درکار ہے۔
3:2 وہ سامان جو خورشید کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے درکار ہے۔

''سامانِ سفر تازہ کریں''

4:1 سامان ہماری تحویل میں ہے' اُسے ٹھیک سے یکجا کر کے کام میں لائیں۔
4:2 سامانِ سفر موجود ہے' سفر کرنا باقی ہے۔
4:3 پہلے اسی سفر کے لیے جو زادِ راہ تیار کیا تھا' وہی اس بار بھی فراہم کر لیں
4:4 اس سفر کی روایت کو دوبارہ زندہ کریں اور اس کے اصول و آداب کو نئے سرے سے وضع کریں۔

''نفسِ سوختۂ شام وسحر''

5:1 صبح وشام کی پژمردگی/ بے حرکتی/ تھکن
5:2 زندگی کی مُردنی/ مایوسی/ ناکامی
5:3 وقت کا ٹھہر جانا
5:4 تاریخ کا نقطۂ زوال پر جامد ہو جانا
5:5 ایک لگے بندھے معمول پر چل چل کر کائنات کا نڈھال ہو جانا
5:6 دنیا کا اپنے مقصود اور کمال تک پہنچنے سے قاصر اور مایوس ہو جانا
5:7 عالم گیر نا اُمیدی/ تھکن/ بے مقصدی/ لایعنیت/ جبر

''نفس......تازہ کریں''

6:1 احیائے ملت کریں
6:2 نظامِ ہستی کو اس کی اصل پر اُستوار کر کے از سرِ نو چلائیں
6:3 کائنات کو تسخیر کر کے اُس کی مراد کو پہنچا دیں
6:4 کائنات میں انسان کی مرکزیت عملاً بحال کریں
6:5 وقت کو اپنی مراد پر چلائیں
6:6 انسان اور کائنات کی مشترکہ افسردگی کا ازالہ کریں

OOO

اس شعر کی تشریح و تفہیم اگر ان اشارات کو پوری طرح جامع نہیں ہے تو ناقص ہے۔

حرمتِ قرآن کے تقاضے اور ہماری ذمہ داریاں

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 27 مئی 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مسلمانانِ پاکستان اس وقت دوہرے کرب اور اذیت سے دوچار ہیں۔ ایک کرب تو واشنگٹن پوسٹ میں چھپنے والے کارٹون کے حوالے سے ہے جس میں پاکستانی قوم کی نقشہ کشی کی گئی ہے اور اسے ایک کتے کے روپ میں پیش کیا گیا۔ یہ گویا قومی سطح پر ہمارے لیے انتہائی رسوا کن' توہین آمیز معاملہ ہوا ہے۔ دوسرا کرب اور دوسری اذیت جس سے پورا عالم اسلام دوچار ہے وہ قرآن مجید کے اوراق اور مصحف کی بے حرمتی کا معاملہ ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ پوری امت' پورے عالم اسلام کی رسوائی ہے۔ البتہ ان میں پہلا معاملہ کہ واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والے کارٹون کے حوالے سے پوری پاکستانی قوم کی جو رسوائی اور ذلت ہوئی ہے اس معاملے سے ملتی جلتی قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں تمثیل آئی ہے اس میں ہمارے لیے بڑا سبق آموزی کا پیغام ہے۔ آیئے! اس آئینے میں ہم اپنی تصویر دیکھیں کہ کہیں واقعتاً اپنی بداعمالیوں' اپنی مجرمانہ غفلتوں' اللہ کے دین سے بے وفائیوں کی بدولت آج ہم اس پوزیشن میں تو نہیں ہیں؟ کیا ہم واقعتاً اپنے آپ کو اس بدترین مقام تک گرا چکے ہیں کہ دنیا میں آج ہمیں اس ایک ذلیل جانور کے روپ میں دیکھ رہی ہے۔

سورۃ اعراف کی آیات 175 تا 177 میں ایک شخص کی مثال بیان کی گئی ہے اور پھر اس مثال کو پوری قوم پر منطبق کیا گیا۔ اس میں یقیناً ہمارے لیے عبرت کا بہت سامان ہے۔ فرمایا: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا﴾ "اے نبی ذرا پڑھ کر سنایئے اس شخص کے حالات جسے ہم نے اپنی آیات عطا فرمائیں"۔ یہ کون شخص تھا؟ اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا بلعم بن باعورہ' جو گویا کہ ہماری اصطلاح میں اپنے دور کا ولی اللہ تھا۔ روحانی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا بلند مقام عطا کیا۔ لیکن پھر کیا ہوا۔ ﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا﴾ "لیکن وہ اس سے نکل بھاگا"۔ اگرچہ یہاں پر زیادہ تفصیل نہیں ہے لیکن مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے کہ دنیا کی دولت اور کسی عورت کے چکر میں پڑ کر وہ اپنی اس روحانیت اور مقام و مرتبے سے بالکل محروم ہو گیا۔ بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر اسے پہنچایا تھا اُسی رخ پر اور آگے بڑھتا' اس کا رخ زمین اور پستی کی طرف ہو گیا۔ ﴿فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ جب اس نے کمزوری دکھائی اور دنیا پرستی اور ہوس پرستی کے اندر مبتلا ہوا "تو اب شیطان بھی اس کے پیچھے لگ گیا"۔ شیطان کا اصل کام کیا ہوتا ہے؟ غلطی کو مزین کر کے پیش کرنا' اس کے لیے عقلی جواز فراہم کرنا اور اندرونی طور پر اس غلط روی پر انسان کو مطمئن کرنا کہ تم ٹھیک جا رہے ہو۔ ﴿فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴾ "تو وہ ہو گیا گمراہوں میں سے۔ (بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے)"۔ ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا﴾ (اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ) "اگر ہم چاہتے تو جو آیات ہم نے اس کو عطا کی تھیں' ان کی مدد سے اس کے مقام کو اور بلند کرتے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہر طرح سے میدان ہموار کر دیا تھا کہ وہ روحانی ترقی کی منازل طے کر سکے۔ ﴿وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ "لیکن وہ تو بس زمین ہی کا ہو رہا"۔ یعنی پست خواہشات اور حیوانی خواہشات کی دلدل میں دھنستا چلا گیا۔ ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ "اور اس نے خواہشات نفس کی پیروی شروع کر دی"۔ اب آگے سنیئے: ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ﴾ "اس شخص کی مثال ہے کتے کی سی مثال"۔ ﴿اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ "تم اس کتے کے اوپر کوئی بوجھ ڈالو یا اس کو چھوڑ دو (دھتکار دو) وہ ہانپتا رہتا ہے (اس کی زبان نکلی رہتی ہے)"۔ اس کی ساری توجہ سفلی خواہشات کی طرف رہتی ہے' لالچ اور حرص کے باعث اس کی کبھی تسلی نہیں ہوتی۔ ﴿ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾' اب اس ایک شخص کی مثال کو منطبق کیا گیا پوری قوم پر "یہ مثال ہے اس قوم کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا" ان کی قدر دانی نہیں کی ﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ "تو اے نبی آپ ﷺ ذرا اس قصے کو بیان کیجئے تا کہ لوگ اس میں غور و فکر کریں' (اس میں تفکر کریں)" اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔ اس آئینے میں اپنی تصویر دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکیں۔

اس مثال کو پاکستانی قوم کے حوالے سے دیکھیں کہ موجودہ صورتِ حال پر اس کا کس طرح انطباق ہوتا ہے۔ جس طرح اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے آیات عطا کی تھیں' معجزات عطا کیے تھے۔ پاکستان کا بننا بھی ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے' سب جانتے ہیں۔ قائداعظم کے موت سے چند دن پہلے کے آخری الفاظ ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے نقل کیے ہیں' اس میں یہی الفاظ ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے فیض کے بغیر پاکستان کا بننا ممکن نہیں تھا۔ زمینی حقائق کیا بتا رہے تھے؟ انگریز جس کی حکومت تھی وہ پاکستان کا دشمن' قائداعظم کا دشمن اور برصغیر کی سب سے بڑی سیاسی جماعت اگر کوئی تھی تو وہ کانگریس تھی جو پورے انڈیا کی نمائندہ سیاسی جماعت تھی۔ اس میں ہندوؤں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے بڑے بڑے علماء' سکالرز' دانش ور' بڑے بڑے سیاستدان شامل تھے۔ کانگریس تقسیم ہند ہرگز نہیں چاہتی تھی۔ سب کو معلوم ہے۔ قائداعظم کا وہ راز جس کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے بڑی حسرت سے کہا تھا کہ کاش اگر وقت پر فاش ہو جاتا کہ وہ ٹی بی کی تھرڈ سٹیج پر پہنچ چکے ہیں تو ہم تقسیم کے معاملے کو تھوڑا اور مؤخر کر دیتے اور پاکستان بننے کی نوبت ہی نہ آتی۔ ان حالات میں پاکستان کا بننا معجزے سے کم نہیں۔ اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو وسائل دیئے وہ بھی اللہ کی خاص کرم نوازی ہے۔ لندن ٹائمز نے قیام پاکستان کے وقت اداریہ لکھا تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کے نام سے اس وقت دو ملک وجود میں آئے ہیں۔ ایک کا مستقبل بڑا تابناک اور روشن ہے اور ایک کا مستقبل انتہائی تاریک ہے۔ اخبار نے لکھا تھا کہ تابناک اور روشن مستقبل پاکستان کا ہے۔ کیونکہ یہ ایک قوم پر مبنی ملک ہے' سب کے سب مسلمان ہیں' جنہیں جوڑنے والی ایک چیز مذہب موجود ہے۔ یہاں پر بڑا امکان ہے کہ یہ ملک ترقی کرے گا اور اس کے اندر کوئی مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔ جبکہ انڈیا میں بیسیوں زبانیں' بیسیوں نسلیں' بیسیوں مذاہب اور آپس کا خلفشار اتنا زیادہ ہے کہ اس کا مستقبل بڑا تاریک نظر آتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم آج بھی وہیں کھڑے ہیں' جہاں 1947ء میں تھے۔ ہم نے یہ خطۂ زمین اللہ سے مانگا اور اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور

پرعطا کر دیا۔ ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (یونس:10) ''پھر ہم نے تمہیں زمین پر اقتدار (غلبہ) عطا کر دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ اب تم کرتے کیا ہو''۔ اس کے بعد ہم نے اگرچہ اپنا قبلہ صحیح نہیں کیا لیکن اللہ کی مدد ہمارے شامل حال رہی ہے۔ اس ملک میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی ہے۔ دستوری سطح پر اللہ کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا' یہ بھی ایک معجزے سے کم نہیں کیونکہ کسی اور اسلامی ملک میں یہ معاملہ نہیں ہے۔ اس سے آگے چلیں مختلف مواقع پر اللہ کی مدد کی مختلف شکلیں رہی ہیں۔ 71ء میں اللہ تعالیٰ نے مغربی پاکستان کو بچایا ہے۔ اسی طرح ہم خواہ کہتے رہیں کہ 65ء میں ہمیں فتح ہوئی تھی' لیکن اب اس کی اصل صورت حال کھل کر سامنے آ رہی ہے لوگ کالم لکھ رہے ہیں کہ حقیقت کیا تھی' 71ء میں تو ہمیں شرمناک شکست ہوئی اور یہ مغربی پاکستان بھی چند دنوں کی مار تھا۔ لیکن اللہ نے ہمیں موقع دیا۔ نہ صرف موقع دیا بلکہ ہمیں ایٹمی صلاحیت سے بھی نواز دیا' جس کے بظاہر احوال ہم اہل نہیں تھے۔ دنیا میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے چوٹی کے چند ممالک ہیں جن کو یہ صلاحیت حاصل ہے اور پاکستان کا شمار پوری دنیا میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے پسماندہ ممالک میں ہوتا ہے۔ ایسے ملک کو ایٹمی صلاحیت مل جانا بھی اللہ کی خصوصی تائید اور مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا﴾ (الاعراف:175) اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں یہ معجزے دکھائے ہیں۔ ہماری قدم قدم پر مدد کی ہے۔ ﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ کے شکر کا حق ادا نہیں کیا' بلکہ وہی بات کہ دنیا پرستی' دولت پرستی میں لگ گئے۔ اللہ کا دین قائم کرنے کی بجائے جو نظام انگریز کا چھوڑا ہوا تھا' اسے سینے سے لگائے رکھا جیسے کوئی مقدس گائے ہوتی ہے کہ کوئی ترمیم کرنے کے لیے ہم تیار نہیں۔ نتیجہ کیا ہوا۔ ﴿فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ شیطان ہمارے پیچھے پڑ گیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ دیکھئے دنیا کی سب سے بڑی شیطانی قوت یہود نے پاکستان بننے کے فوراً بعد پلاننگ شروع کر دی تھی۔ 56ء کا دستور جو منسوخ ہوا ہے' دستور کی گاڑی کو پٹڑی سے اتار دیا گیا اور پہلا مارشل لگا' اور وہ امریکا نے لگوایا تھا جس کی رگ جاں یہود کے قبضے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ملک عطا کیا۔ لیکن ہم نے اس ملک میں اسلامی نظام قائم کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کی' شریعت کے نفاذ کی طرف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا۔ نتیجتاً پھر شیطانی قوتیں ہمارے پیچھے لگ گئیں۔ ہماری مجرمانہ غفلت کے نتیجے میں یہ ملک بیرونی سازشوں کی آماجگاہ بن گیا۔ ﴿فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴾ اور پھر ہم بے لنگر کے جہاز کی مانند ہو گئے۔ ایک بحران کے بعد دوسرا بحران' ایک مارشل لاء کے بعد دوسرا مارشل لاء' کبھی سیاسی بحران' کبھی معاشی بحران اور پھر آہستہ آہستہ ہم قرض کے شکنجے میں جکڑتے چلے گئے اور ورلڈ بینک آئی ایم ایف اور امریکہ کے معاشی غلام بن کر رہ گئے۔ ہماری پالیسیاں باہر بن رہی ہیں۔ بجٹ باہر بن رہے ہیں۔ خارجہ پالیسی باہر سے طے ہو رہی ہے۔ بظاہر ہم آزاد قوم ہیں۔ بڑے اہتمام اور بڑی شان و شوکت سے ہم چودہ اگست کو یوم آزادی مناتے ہیں۔ لیکن حقیقت کے اعتبار سے غلام ہیں۔ ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ واقعتاً اس پاکستان میں وہ حالات تھے کہ قائداعظم کے الفاظ میں یہ ملک دنیا کی مثالی' اسلامی فلاحی ریاست بن سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ حالات پیدا کر دیئے تھے۔ لیکن ہم تو زمینی خواہشات اور دولت پرستی ہی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ واقعتاً اگر یہاں اسلامی نظام قائم ہو جاتا تو یہ ایک بہت بڑی بات ہوتی۔ اگر افغانستان جیسا کمزور' وسائل سے محروم ملک جو بیس سال سے مسلسل جنگ اور خانہ جنگی کے نتیجے میں تہس نہس ہو چکا تھا' وہاں پر اگر شریعت نافذ کرنے کے نتیجے میں اس کی برکات سے عالمی اسلام دشمن طاقتیں پریشان ہو گئیں اور پوری دنیا اس پر ٹوٹ پڑی' اگرچہ وہ برکات پورے طریقے سے سامنے نہیں آئیں پھر بھی لوگ حیران تھے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے افغانستان کے دورے کے بعد کئی مقامات پر پبلک میٹنگ میں یہ بات کہی تھی کہ طالبان نے جو اسلامی نظام افغانستان میں قائم کر کے دکھا دیا ہے اگر مزید دو چار اسلامی ملکوں میں بھی وہ نظام قائم ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ اگر پاکستان میں نظام قائم ہوا ہوتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ پوری دنیا کے لیے مینارۂ نور ہوتا۔ پاکستان کے لیے موقع تھا کہ وہ واقعتاً یہ ایک مثالی فلاح اسلامی ریاست بن سکتا تھا۔ ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا﴾ مزید بلند مقام اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتا۔ ﴿وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ لیکن یہ تو زمین ہی کی طرف دھنستا چلا گیا۔ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ بیوروکریسی ہو' وہ سول بیوروکریسی ہو' یا وہ ملٹری ہو' وہ سرمایہ دار طبقات ہوں اکثر و بیشتر ان سب کا قبلہ واشنگٹن ہے' ثقافتی قبلہ مغرب ہے۔ اسلام کو تو پوری قوم نے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا ہے۔ ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ خواہشات نفس کی پیروی کرنے لگے' سود پوری معیشت میں رچ بس گیا' سرکاری طور پر ایک سے ایک سودی سکیمیں دی جا رہی ہیں۔ تمام عوام کو سرکاری سطح پر سود خور بنانے کی ترغیب بڑے خوشنما نعروں کے ساتھ دی جا رہی ہے۔ بہر حال زمینی خواہشات اور ہوائے نفس کی تابع داری کو پوری قوم نے اپنا شعار بنا لیا۔ ذاتی مفادات' گروہی مفادات' جماعتی مفادات' سیاسی مفادات ذہن و قلب پر مسلط ہو گئے۔ باقی دینی مفاد بھی کسی شے کا نام ہے' شریعت کے نفاذ کے حوالے سے بھی کوئی مفاد ہے کہ نہیں ہے۔ قومی مفاد بھی کسی چڑیا کا نام ہے' یہ صرف الفاظ ہیں جو کتابوں میں آپ کو ملیں گے۔ ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ﴾ ایسے لوگوں کے لیے قرآن نے بھی مثال بھی دی ہے۔ اس شخص کی مثال کتے کی سی ہے۔ ﴿اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ تم اس پر بوجھ ڈالو' ہانپتا ہے' زبان لٹکی رہتی ہے' دھتکارو تب بھی ہانپتا ہے۔ امریکہ کی غلامی میں جب ہم آئے ہیں۔ امریکہ نے ہمارے اوپر بوجھ ڈالے' دباؤ ڈال کر کام کروائے' ہماری وہی روش ہے۔ اسی کے در کے غلام ہیں۔ وہ ہمیں دھتکارے بھی تو پھر بھی جا کر ہم اسی کے پاؤں پکڑتے ہیں۔ پچاس بار اس کی بے وفائی کا تجربہ اس قوم کو ہو چکا ہے۔ بیسیوں مرتبہ وعدہ خلافی کا تجربہ ہو چکا ہے۔ پھر اسی کے در پر ہیں۔ پھر اسی کے وفادار' اسی کے غلام ہیں۔ ﴿ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ بات تو ایک شخص سے شروع ہوئی تھی' لیکن نتیجہ کیا نکلا۔ یہ مثال ہے اس قوم کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے۔ ایک زبان سے جھٹلانا ہوتا ہے' ایک عمل سے تکذیب ہوتی ہے۔ ہم نے عملی تکذیب کی ہے۔ قرارداد مقاصد پاس تو ہوئی تھی لیکن ایک طویل عرصے تک دستور کا حصہ نہیں بن سکی۔ اور جب دستور کا حصہ بنائی گئی تو دستور میں ایسے چور دروازے بھی شامل کر لیے گئے کہ وہ بالکل بے اثر ہو جائے۔ اس ملک میں اللہ اور اس کے دین کے ساتھ یہ سلوک ہم نے کیا ہے' بہر حال واشنگٹن پوسٹ کے اس کارٹون کے حوالے سے یہ آیات کس طرح ہم پر منطبق ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ہمیں غور و فکر کرنا چاہئے اور ابھی وقت ہے کہ ہم اپنا قبلہ درست کر لیں۔

قرآن حکیم کی بے حرمتی کے ذریعے ذلت و رسوائی کا دوسرا معاملہ جو اُمت کی سطح پر ہوا ہے' وہ دراصل پوری ملت اسلامیہ کی ذلت و رسوائی ہے۔ مثلاً کسی کے والدین کی اگر توہین کی جائے یا گالی دی جائے تو اصلاً اس شخص کی توہین اور ذلت متصور ہوتی ہے' جس سے آپ کو نفرت ہو۔ لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے دشمنوں نے قرآن کی بے حرمتی کر کے گویا عالم اسلام کی غیرت کا امتحان لیا گیا ہے کہ بدترین گالی کھا کر بھی ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایک درجے میں اس پر احتجاج شروع ہوا ہے۔ بہر کیف کسی کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنا' لوگوں کو ان کی مذہبی عبادات سے روکنا' یا ان کے مقدس صحیفوں کی توہین کرنا' دنیا میں ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد کی بدترین شکل ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ بقرہ میں آیا ہے کہ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ جو لوگوں کو

منع کرتا ہے اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے۔ اسی میں شامل کر لیجئے کہ ان کی مقدس کتابوں' صحیفوں کو اہانت اور تذلیل کا نشانہ بنایا جائے۔ یہ کمینگی اور پست فطرت کی انتہا ہے۔ ﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (114) ایسے لوگوں کے لیے فرمایا کہ ان کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے۔ ان شاء اللہ یہ امریکہ کے زوال کا آغاز ثابت ہوگا اور مسلمانوں کے لیے جاگنے کی ایک تمہید ثابت ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویم کا معاملہ ذرا مختلف ہوتا ہے۔ نتیجہ فوراً نہیں نکلتا' نتائج سامنے آنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ ہمیں بھی اپنا قبلہ درست کرنے اور اصلاحِ احوال میں وقت لگے گا۔ اسی طریقے سے اگر امریکہ کے زوال کا اللہ کے ہاں فیصلہ ہو چکا ہے' تو اس میں ممکن ہے کہ کچھ وقت لگے۔ اس دوران ہمارے لیے استقامت اور قربانیوں کے نئے نئے امتحانات سامنے آئیں گے۔ اس حوالے سے سورۃ حج کی آیات 38 میں ہمارے لیے بڑی راہنمائی ہے۔ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اللہ تعالیٰ دفاع کرتا ہے اہلِ ایمان کی جانب سے''۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے سچے وفادار ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ انہیں ظالموں اور شرپسند عناصر کے حملوں اور چالوں سے بچاتا ہے۔ انہیں شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴾ ''اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا' ہر اس شخص کو جو خیانت کرنے والا' دھوکے باز ہے' وعدہ خلاف ہے اور جو انتہائی ناشکرا ہے۔ اگر کچھ اقوام کو جو اللہ کی بندگی کے بجائے شیطان کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر ڈھیل دی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ ان سے محبت کرنے لگا ہے۔ یہ آیات اصل میں سفرِ ہجرت کے دوران نازل ہوئی ہیں۔ مکہ میں مسلمانوں کو حکم یہ تھا کہ اپنے ہاتھ بندھے رکھو' اگر کفار اور مشرک تمہارے ساتھ ظلم کریں' زیادتی کریں تو تم نے جواباً ہاتھ نہیں اٹھانا ﴿كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ﴾ 13 برس مکے میں یہی حکم تھا۔ چاہے تمہیں جلا کر خاک کر دیا جائے اور تمہارے چیتھڑے اڑا دیئے جائیں' صبر کرو' برداشت کرو' لیکن اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مدینے والی کھڑکی کھول دی اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ عطا فرما دی اور اب مسلمانوں کی قوت بھی اتنی ہوگئی کہ کفار کو چیلنج کیا جا سکتا تھا تو اس کے لیے تمہیداً فرمایا کہ اب تمہارے ہاتھ کھول دیئے گئے۔ ﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا﴾ جن کے ساتھ جنگ کی گئی ہے' جن کے ساتھ ظلم ہوا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی ہے۔ ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے''۔ ﴿اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ ''وہ لوگ (وہ مسلمان) جو اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ناحق''۔ جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں مشرکین نے یا اِس وقت جو شیطانی قوتیں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہی ہیں جبکہ اِن (مسلمانوں) کا جرم کیا ہے۔ ﴿اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ سوائے اس کے انہوں نے کہا کہ ہمارا رب تو اللہ ہے۔ امریکہ کو رب ماننے سے انکار کر دیا' ہم نہیں مانتے کہ امریکہ کی کوئی حیثیت ہے۔ ہمارے نزدیک سب سے بڑا اللہ ہے۔ ان کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے اور ساتھ ہی فرمایا: ﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ اگر اللہ تعالیٰ دفاع نہ کرتا رہتا بعض کو بعض کی قوت کے ذریعے سے' یعنی شر کی قوتوں کو اللہ تعالیٰ اہلِ حق کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً کچلتا اور ختم نہ کرتا تو کیا ہوتا۔ ﴿لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ شر کی قوت جب پھیلتی ہے اور شیطانی فتنہ جب پھیلتا ہے تو اس کا اصل وار کس پر ہوتا ہے کہ عبادت گاہیں تباہ کر دی جائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان شرپسندوں کو اور شیطان کے ایجنٹوں کو روکتا نہ رہتا' اہلِ حق کے ذریعے سے ان کی قوت کو کچلتا نہ رہتا' یہ تمام خانقاہیں' گرجے' یہود کے کنیسا اور مساجد' سب کے سب مسمار کر دیئے جاتے' یہاں خاص طور پر نوٹ کریں کہ جن عبادت گاہوں کا ذکر ہے سب کا آسمانی مذہب سے ان کا تعلق ہے۔ اور آخر میں فرمایا ﴿وَمَسٰجِدُ﴾ اور مسجدیں بھی مسمار کر دی جاتیں' اللہ کا نام لینے کے لیے جو بھی گھر تعمیر کیا گیا تھا' وہ سب منہدم کیے جا چکے ہوتے۔ ﴿يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''کہ جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے کثرت کے ساتھ''۔ شیطانی قوتوں کا اصل رخ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا بند ہو جائے' وہ عبادت گاہیں جہاں اس کا ذکر ہوتا ہے جہاں اس کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ جہاں اس کی ہدایت سے استفادہ کیا جاتا ہے انہیں مسمار کر دیا جائے۔ اس میں سب سے گھناؤنا عمل جو امریکیوں نے کیا ہے کہ قرآن مجید کی انتہا درجے کی بے حرمتی کی ہے۔ یہ سب دراصل بدترین ظلم کی شکلیں ہیں۔ لیکن آگے مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ لازماً مدد کرے گا ان کی جو مدد کریں گے اللہ کی''۔ اللہ تو دفاع کرتا ہے اہلِ ایمان کا اپنے سچے وفاداروں کا۔ وفاداروں کا کام یہ ہے کہ اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کریں' رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ اگر یہ نہیں کر رہے تو کیسے وفادار ہیں۔ معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں کہ اپنے ماننے والوں کو بے یار و مددگار چھوڑ جائے۔ وہ تو اہلِ ایمان کا ولی ہے' پشت پناہ ہے' وہ تو اہلِ ایمان کا دفاع کرتا ہے لیکن تم سچے اہلِ ایمان بن کر تو دکھاؤ۔ ایمان کے جو بنیادی تقاضے اللہ تعالیٰ نے طے کر دیئے ہیں جو معیار طے کیا ہے اس پر تو پورے اترو۔ پھر تم ہرگز کمزور نہیں رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری لازماً مدد کرے گا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقتور ہے' اسی کا اقتدار سب پر محیط ہے۔

اب اس سلسلے کی آخری آیت ہے کہ مسلمانوں کو کرنا کیا چاہئے۔ اگر ہمیں پاکستان اللہ نے عطا کیا تھا تو ہمیں یہاں پر کیا کرنا چاہئے تھا۔ ﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ لوگ کہ جنہیں ہم زمین میں تمکن اور غلبہ عطا کرتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟ کیا وہ باطل نظام کو سینے سے لگا کر رکھتے ہیں۔ وہ شریعت کا مذاق اور تمسخر اڑاتے ہیں۔ وہ شریعت کے نفاذ کی ہر کوشش کو تلپٹ کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ﴿اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ وہ نماز کا نظام قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کا نظام تشکیل دیتے ہیں۔ یہ ارکانِ اسلام ہیں' انہیں سختی سے قائم کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت کا اصل کام یہ ہے۔ نماز کا نظام کیا ہے؟ دورِ خلافتِ راشدہ میں جس علاقے میں سرکاری ذمہ داری کے اعتبار سے جو سب سے اوپر ہوتا وہ وہاں کی جامع مسجد میں خطبہ دیتا تھا۔ یہ ہے نماز کا نظام۔ اسی طرح جو مسجد دارالخلافہ کی ہوتی تھی وہاں پر خلیفہ خطبہ دیتا تھا۔ ہم نے جو نماز کا نظام بنایا ہے' اس پر اقبال نے شعر کہا ہے کہ ؎

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

بہر حال نماز کا نظام قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے کیونکہ تعلق مع اللہ کے لیے بنیادی شے نماز ہے' مسلمانوں کا اگر یہ تعلق مضبوط نہیں ہوگا تو گویا ان کے قدموں تلے زمین نہیں ہے۔ ﴿وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ اور پھر زکوٰۃ ادا کرنے کا نظام قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کی وصولی' زکوٰۃ کی ادائیگی' جس کے لیے خلافتِ راشدہ کا ہمارے پاس پورا نمونہ موجود ہے۔ ہم نے جنرل ضیاء الحق کے دور میں زکوٰۃ کا کوئی نظام بنایا بھی تو شاید وہ اللہ کو مزید ناراض کرنے کا موجب ہوا ہوگا۔ تمام اموالِ ظاہرہ پر زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے۔ لیکن ہم نے صرف سیونگ اکاؤنٹ میں سودی رقم پر کچھ حصہ کاٹنے کو سمجھا کہ یہ زکوٰۃ کا نظام ہے اور اس میں بھی جو سلوک ہوا کہ وہ رقم بھی اکثر و بیشتر سیاسی مقاصد کے لیے استعمال ہوئی ہے' سب کو معلوم ہے۔ دین کو انتہائی بے وقعت بنانے میں ہم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آگے فرمایا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں: ﴿وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں منع کرتے ہیں''۔ سب سے اہم کام یہ ہے اگر اسلامی حکومت یہ نہیں کر رہی تو پھر بھول جائے اللہ کی مدد کو۔ اور ہم نے اس ملک میں جو کچھ کیا (باقی صفحہ 18 پر)

ملائیشیا کی اسلامی تحریکیں

سید قاسم محمود

جزیرہ نمائے ملایا پر انگریزوں کا مکمل قبضہ 1874ء میں "معاہدہ پنکور" کے تحت ہوا۔ اس معاہدے کی رو سے طے پایا کہ ملایا کے لیے ایک انگریز گورنر مقرر ہوگا۔ ملایا کہ سلطان یا حکمران کے لیے لازم ہوگا کہ وہ ہر معاملے میں انگریز گورنر سے مشورہ کرے، اُس کا مشورہ تسلیم کرے اور "مذہب و ثقافت کے سوا" تمام امور و معاملات پر اُس کے مشورے کے مطابق عمل درآمد کرے۔ اس نئے انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مذہبی قسم کی بیوروکریسی پیدا ہوگئی جو شاہی دربار اور بالخصوص شاہی دربار سے وابستہ مقتدر اصحاب کے ماتحت تھی۔ مذہبی قسم کی بیوروکریسی کو آپ ملائیت کہہ سکتے ہیں جس نے اسلام کی اس کے سوا اور کوئی خدمت انجام نہیں دی کہ سلطان اور اُس کے سیکولر مزاج حواریوں کے ہاتھ مضبوط کیے۔ سرکاری درباری مولویوں کا ملائی عوام پر کوئی اثر رسوخ نہ تھا۔

لیکن شاہی دربار سے جو علمائے دین اور اہلِ دانش کام کر رہے تھے اُن کے نزدیک انگریزی راج "کفر" تھا جو ملک میں عیسائیت پھیلانے کے لیے آیا ہے۔ علماء اپنی تقریروں اور تحریروں سے انگریزی راج کے خلاف مزاحمت بلکہ مخالفت پیدا کر رہے تھے۔ انہوں نے ملائی عوام کے اسلامی تشخص کو بچانے بلکہ مستحکم کرنے کے لیے اپنے مدرسے قائم کیے جن کا سرکاری تعلیمی نظام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ان مدرسوں کے لیے جداگانہ نصاب تیار کیا اور ان کے انتظام کے لیے مالی وسائل چندوں سے فراہم کیے۔ برطانوی سامراج اور شمال میں سیاسی توسیع پسندی کے خلاف جذبۂ جہاد کی بھی تلقین کی گئی لیکن مجموعی طور پر سلطان اور عوام انگریزوں کی غلامی میں عافیت خیال کرتے تھے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں ایک نئی اصلاحی تحریک نمودار ہوئی جس نے ملائی معاشرے کی سماجی و اقتصادی پسماندگی اور مذہبی قدامت پرستی کے خلاف نہ صرف یہ کہ سخت تنقید کی بلکہ ایک ٹھوس قابلِ عمل پروگرام بھی قوم کے سامنے رکھا۔ اصلاحی تحریک کا بیڑا اٹھانے والے وہ دانشور تھے جنہوں نے اُنیسویں صدی کے اواخر میں مشرقِ وسطیٰ میں تعلیم پائی تھی اور دورانِ تعلیم جمال الدین افغانی اور مفتی محمد عبدہٗ مصری کے خیالات و افکار سے اثر قبول کیا تھا۔ اس سے ذرا پہلے وہابی تحریک کے اثرات ملایا میں پہنچ چکے تھے۔ نئی اصلاحی تحریک کے قائد شیخ طاہر جلال الدین (1869ء۔1957ء) تھے جو مفتی محمد عبدہٗ کے شاگرد تھے۔ شیخ نے ملایا اور انڈونیشیا میں اسلامی تعلیمات کے فروغ اور بدعتی رسوم کے انسداد کے لیے 1906ء میں ایک جریدہ "الامام" کے نام سے جاری کیا۔ اس تحریک کا صدر مقام پہلے سنگاپور تھا بعد میں پنانگ منتقل ہوگیا۔ اس تحریک کے تحت جگہ جگہ دینی مدرسے قائم کیے گئے جن کا نصاب سکول سسٹم سے بالکل مختلف بلکہ خلاف تھا۔ پرانے نصاب میں دو بنیادی اصلاحات کی گئیں۔ اول یہ کہ ضروری جدید علوم کے اسباق شامل کیے گئے دوم اسلام کی تعلیم و تدریس کے لیے نئے اور جدید طریقے اختیار کیے گئے۔ مدرسوں کے اندر دینی تعلیم کی جدیدیت اور مدرسوں سے باہر اخبارات و جرائد کے نئے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اصلاح پسندانہ تحریروں کی اشاعت نے ملک کے معاشرتی ماحول اور سیاسی فضا پر دور رس اثرات قائم کیے۔

سرکاری درباری مولویوں اور قدامت پسندوں "علمائے دین" کے دینی اعمال و رسوم کو اصلاح پسند "بدعت" کہتے تھے، لیکن چونکہ وہ 'انقلابی' نہیں تھے، بلکہ زیادہ زور "اصلاح" پر صرف کرتے تھے، اس لیے وہ ان لوگوں کے "خرافات و توہمات" کو زیادہ ہدف تنقید نہیں بناتے تھے، بلکہ کسی حد تک گوارا کر لیتے تھے۔ قدامت پسند علماء اصلاح پسندوں کو قدرے حقارت سے "قوم مودا" (نوجوان ٹولہ) کہہ کر نظر انداز کر دیتے تھے۔ نوجوان گروپ ردِ عمل کے طور پر علماء کو استہزائیہ انداز میں "قوم توا" (بڈھے کھوسٹ) کہتے تھے۔ نوجوان گروپ کسی فرقے یا مسلک پر اعتماد کرنے کی بجائے براہِ راست قرآن اور سنت کو اسلام کا بنیادی سرچشمہ قرار دیتا تھا، اور قرآن و سنت کی روشنی میں عصری حالات اور تقاضوں کے مطابق اجتہاد کا قائل تھا۔ نوجوان گروپ نے مذہبی اصلاحات کے پروگرام پر عمل درآمد کے لیے دو محاذ بیک وقت کھول دیے۔ ایک محاذ مسلمانوں کے ذہنی و فکری افلاس اور اُن کی معاشرتی و معاشی پسماندگی دور کرنے کا تھا۔ دوسرا محاذ دیہات میں غیر ملکی، غیر مسلم آبادکاروں میں اسلام کی تبلیغ کا محاذ تھا، جس میں عیسائیت کی تبلیغ کے سیلاب کو روکنے کا اقدام بھی شامل تھا۔ اصلاح پسندوں نے سیاست میں بھی عمل دخل شروع کر دیا اور برطانوی سامراج کے خلاف تقریر و تحریر کا آغاز کر دیا۔ یوں ملائی عوام میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی جس کے نتیجے میں آزادی کی تحریک رفتہ رفتہ رونما ہونے لگی۔ اصلاحی تحریک اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی، کیونکہ انگریز حکومت اُس کی حریف بن گئی۔ انگریز حکومت سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اُس کی مخالفت قدامت پسند علماء اور سیکولر مزاج افسروں، دونوں نے اپنے اپنے دلائل کے زور پر کی، لیکن بعد ازاں بیسویں صدی کے نصف میں، دوسری جنگِ عظیم کے دوران، اور بعد میں، اصلاحی تحریک جب سکولوں کے فارغ التحصیل، تعلیم یافتہ طبقے کی نوجوان قیادت میں آئی، تو کامیاب ہوگئی۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران میں جاپان کی عبوری حکومت اگرچہ عوام کے لیے خاصی تکلیف دہ تھی، لیکن اسلام کو اُس سے کوئی گزند نہیں پہنچی۔ اصلاحی تحریک تو دب گئی، لیکن اس کا مثبت پہلو یہ تھا کہ آزادی کی تحریک نے تقویت حاصل کر لی۔ 1946ء میں یومنو (Umno) قائم ہوئی یعنی یونائیٹڈ ملائی نیشنلسٹ آرگنائزیشن۔ متحدہ ملائی قومی تنظیم۔ 1946ء میں جاپانیوں کے ہتھیار ڈالنے کے بعد برطانیہ نو ریاستوں کی ایک "یونین ملایا" قائم کرتا ہے سنگاپور، صباح اور ساراواک کو برطانیہ کی نو آبادیوں کا درجہ دیا جاتا ہے۔ ملائی عوام نے 'یونین' کی سخت مزاحمت کی، جس کے نتیجے میں 1948ء میں "فیڈریشن آف ملایا" بنائی جاتی ہے۔ 1957ء میں ملایا کو آزادی ملتی ہے اور وہ دولت مشترکہ کا رکن بن جاتا ہے۔ 1960ء میں برطانیہ اور ملایا ایک نئی فیڈریشن "ملائیشیا" کے نام سے قائم کرنے پر اتفاق کرتے ہیں جس میں ملایا، ساراواک، صباح، برونائی اور سنگاپور کا شامل ہونا قرار پایا۔ برونائی نے آخری وقت میں فیڈریشن سے علیحدہ رہنے کا فیصلہ کیا۔ 1965ء میں سنگاپور بھی وفاق ملائیشیا سے الگ ہو جاتا ہے۔

اس پورے عرصے میں کوئی اسلامی تحریک جڑ نہ پکڑ سکی۔ جب بھی کوئی تحریک نمودار ہوتی، حکومت وقت اُسے بہ جبر ختم کر دیتی۔ 1948ء میں "حزب المسلمین" قائم ہوئی۔ حکومت نے اسے کالعدم قرار دے دیا اور اس کے

رہنماؤں کو گرفتار کر کے غیر معینہ مدت کے لیے جیل میں ڈال دیا۔ 1951ء میں ''یومنو'' کے کچھ سرکردہ علماء نے تنظیم سے الگ ہو کر اپنی ایک الگ ''پان ملائی اسلامک پارٹی'' بنائی۔ جو ''پاس'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس جماعت کے منشور میں سیاست میں حصہ لینے کی شق خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ سیاست میں حصہ لینے کے باعث 1955ء میں اس پارٹی کو سیاسی جماعت کی حیثیت سے رجسٹریشن مل گئی۔ اس پارٹی کی وجہ سے ملائی عوام میں عروجِ اسلام کے لیے ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا۔ ''یومنو'' ایک طرف حکومت برطانیہ پر آزادی کے لیے دباؤ ڈال رہی تھی، اور دوسری طرف ملک میں اسلام کو عوام کا اصل اور مرکزی سرچشمہ قرار دینے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ آزادی کے بعد بھی یہ تحریک جاری رہی۔

ایک اندازے کے مطابق ملائیشیا کی موجودہ آبادی دو کروڑ 32 لاکھ کے قریب ہے۔ مذاہب کے لحاظ سے اوسط تقسیم یہ ہے: مسلمان 60 فی صد، چینی 30 فیصد، باقی دس فی صد میں ہندو، بدھ اور عیسائی شامل ہیں۔ از روئے آئین اسلام ملائیشیا کا سرکاری مذہب ہے۔ از روئے رواج و رسوم ملائیشیا کے تمام سلاطین اسلام کے محافظ خیال کیے جاتے ہیں۔ عوام کے عقائد و شعائر بڑی حد تک اسلامی معیار و اقدار کے مطابق ہیں' اس کے باوجود حکومتوں کی سیکولر نواز پالیسی کی وجہ سے اسلامی قوتوں کو ضعف پہنچتا رہتا ہے۔ وزیر اعظم تنکو عبدالرحمٰن کی حکومت نے انگریزوں کی سرپرستی میں نئی مملکت کو سیکولرازم کی راہ پر لگانے کی کوشش کی۔ انہوں نے اسلام کے نظامِ سیاست و حکومت کی مخالفت کی۔ اُن کے اس رویے کی شدید مزاحمت پان ملائی اسلامک پارٹی (پاس) اور دوسری اسلامی جماعتوں نے کی۔ 1969ء میں نسلی فسادات کے نتیجے میں جب تنکو عبدالرحمٰن کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور اس کی جگہ ''نیشنل فرنٹ'' کی مخلوط حکومت قائم ہوئی تو ''پاس'' نے اس میں شمولیت اختیار کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد ملائیشیا کے دوسرے وزیر اعظم تنکو عبدالرزاق کے عہد میں ''اسلامک سنٹر'' قائم ہوا جس کا ایک شعبہ وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ میں ''محکمہ اسلامی مذہبی امور'' کے نام سے کام کرنے لگا۔ تنکو عبدالرزاق کی حکومت نے ''پاس'' کی سفارشات اور دوسری دعوۃ تحریکوں کے مطالبات پورے کرنے کی غرض سے تعلیمی' معاشرتی اور معاشی ترقی کے متعدد پروگرام بنائے۔

ستر کی دہائی میں سیکولر تعلیمی اداروں میں طلبہ کی اسلامی جماعتوں کی فعال سرگرمیوں کے نتیجے میں ''دعوۃ تحریک'' وجود میں آئی۔ طلبہ کی جماعتوں میں پکپیم (PKPIM) اور آبیم (ABIM) خاص طور قابل ذکر ہیں۔ ''دعوۃ تحریک'' درحقیقت پاکستان اور مشرقِ وسطیٰ کی طلبہ تحریکوں کی تقلید میں شروع ہوئی تھی۔ عملی سیاست میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ دعوۃ تحریک نے قانون سازی میں اسلامی احکام اور اقدار کی شمولیت پر زور دیا۔ اسلام کا مفہوم محض عبادات سے بڑھ کر معاملات پر بھی منطبق کیا گیا' اور اس نکتے پر خاص زور دیا جانے لگا کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ملک میں شریعت کے مطابق سیاسی نظام لانے کے لیے متعدد دعوۃ تنظیمیں وجود میں آئیں' جن کی قیادت تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ہاتھ میں تھی۔ ان تنظیموں نے قومی زندگی میں اسلامی قوانین و اقدار کی ترویج کے لیے نہ صرف مطالبہ کیا' بلکہ زندگی کی ہر سطح پر عملی اقدامات بھی کیے۔ ان اقدامات سے مذہب کی اہمیت و ضرورت کا احساس شدید ہو گیا۔ وسعت کے ساتھ ساتھ گہرائی بھی پیدا ہوئی۔

اسلامی نظام کی علم بردار ''پان ملائی اسلامک پارٹی'' کے بعد دوسری بڑی تنظیم ''تحریک دعوت'' ہے۔ 1970ء تک یہ محض تبلیغی ادارہ تھا جو غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پہنچانے اور نومسلموں کو اسلامی تعلیم و تربیت دینے کا کام کرتا تھا' لیکن 1970ء کے بعد یہ جماعت مسلمانوں کے تمام معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی معاملات میں بھرپور دلچسپی لینے لگی' اور اس کے تحت کئی ذیلی تنظیمیں زندگی کے مختلف شعبوں میں سرگرمی سے کام کرنے لگیں۔ ان میں سب سے اہم ''مسلمان نوجوانوں کی تحریک'' (مسلم یوتھ موومنٹ آف ملائیشیا) ہے' جس کے بانی انور ابراہیم ہیں۔ ڈاکٹر مہاتیر محمد کا تعلق بھی اسی جماعت سے ہے جسے عرفِ عام میں ''آبیم'' (ABIM) کہا جاتا ہے۔ تن حسین کی حکومت نوجوانوں کی اس تحریک کے خلاف تھی' لیکن تحریک تیزی سے پورے ملک میں مقبول ہو گئی۔ انور ابراہیم اور ڈاکٹر مہاتیر محمد سرمایہ داری نظام کے خلاف ہیں اور اسلامی اقتصادی نظام کے حامی ہیں۔ حکومت نے اس تحریک کو کچلنے کی پوری کوشش کی۔ بیسویں صدی کے ساتویں عشرے میں معاشی بحران شروع ہوا تو دعوۃ تحریک کے تحت نوجوانوں نے زبردست مظاہرے کیے اور اسلامی نظام کا مطالبہ کیا۔ کیمونسٹوں نے اس مطالبے کی مخالفت کی تو مسلم نوجوانوں نے کیمونسٹوں سے گوریلا جنگ کا آغاز کر دیا۔ جنوری 1976ء میں وزیر اعظم تنکو عبدالرزاق فوت ہو جاتے ہیں۔ اُن کی جگہ حسین بن عون وزیر اعظم بنتے ہیں۔ وہ کیمونسٹوں کے بھی خلاف تھے اور دعوۃ تحریک کے بھی۔ انہوں نے کیمونسٹوں کا انقلاب روکنے کے لیے سختی کی پالیسی اختیار کی' اور دوسری طرف دعوۃ تحریک کے بانی انور ابراہیم (موجودہ وزیر اعظم) کو دو سال کے لیے نظر بند کر دیا۔

1978ء میں نئے انتخابات میں حسین بن عون کی پارٹی واضح اکثریت سے جیت جاتی ہے۔ ویت نام کے پچاس ہزار مہاجرین ملائیشیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ویت نامی مہاجرین کے ساتھ ساتھ فلپائن کے ہزاروں مسلمان ہجرت کر کے ملائیشیا کا رخ کرتے ہیں۔ انہی دنوں ملائیشیا کا منتخب بادشاہ سلطان یحیٰ پترا فوت ہو جاتا ہے۔ ان سخت اور تشویش ناک حالات کے باوجود اسلامی تحریکوں کی سرگرمیاں برابر جاری رہیں' جن کے نتیجے میں وزیر اعظم حسین بن عون کی حکومت سے سبکدوش ہونا پڑا اور اُن کی جگہ ڈاکٹر مہاتیر بن محمد 1981ء میں وزیر اعظم بنتے ہیں جو مسلسل 23 سال تک حکومت کرتے رہے۔ ان کے عہد میں اسلام کے لیے خاصی پیش رفت ہوئی۔ بلا سود بنک کاری کا آغاز ہوا اور پہلا اسلامی بنک ''بنک اسلام ملائیشیا'' کے نام سے قائم ہوا۔ اسلامی دنیا کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے ملائیشیا نے اسلامی ممالک کے درمیان تعاون بڑھانے کے سلسلے میں اسلامی سربراہ کانفرنس (او آئی سی) کی سفارشات کو ہمیشہ مدنظر رکھا ہے۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ملائیشیا میں احیائے اسلام کی نمایاں ترین علامت ''مسلم یوتھ موومنٹ'' ہے۔ تحریک کے اصل روحِ رواں انور ابراہیم ہیں جو کئی مرتبہ سزائے قید بھگت چکے ہیں۔ انہیں حسین بن عون کی حکومت نے بھی حراست میں رکھا اور ڈاکٹر مہاتیر محمد کی حکومت نے بھی جیل میں ڈالا۔ تبصرہ نگار دونوں کے باہمی کشمکش کو اقتدار کی آویزش قرار دیتے ہیں۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ عالمی سامراج اور امریکی اقتصادی استعمار کے خلاف جدوجہد کی ہے۔ اپنے ملک کو اقتصادی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے ایسے ٹھوس اقدامات کیے ہیں جو دوسرے اسلامی ملکوں کے لیے بھی قابل تقلید ہیں' لیکن اسلامی نظام اپنی روح اور اقدار کے ساتھ ہنوز تشنۂ تعبیر ہے۔

(آئندہ شمارے سے اسلامی تحریکوں کی اس تاریخ کا نیا باب مصر میں کھلے گا)

ضرورت رشتہ

☆ فرانس میں رہائش پذیر 21 سالہ لڑکی کے لئے' جو کہ وہاں BTS کی تعلیم حاصل کر رہی ہے' دینی مزاج کے حامل گریجوایٹ لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ آرائیں خاندان کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ: محمد اقبال (فرانس)

(0033)02-37595425

☆☆☆

☆ سید خاندان کی 26 سالہ دراز قد ایم اے (انگلش) شرعی پردے کی حامل خوش شکل بیٹی کے لیے دینی مزاج کے حامل خاندان سے ہم پلہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: ایس ایم حسین

0432-261403 0333-8621875

انٹرویو

☆ 1973 کے آئین کی بحالی ایم ایم اے کی ترجیحات میں شامل ہے

☆ ایم ایم اے سے الگ ہونے والی جماعت اپنے لیے خود مسائل پیدا کرے گی

☆ غیر آئینی حکومت سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے محفوظ راستہ دینا پڑتا ہے

☆ جے یو آئی سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں شرکت کیلئے بے تاب جبکہ ایم ایم اے کی جنرل کونسل شرکت کے حق میں نہیں

☆ نواز شریف اور بے نظیر کی واپسی سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا

☆ شیخ رشید انفارمیشن منسٹر نہیں بلکہ ڈس انفارمیشن منسٹر ہیں

☆ پاکستان کا مستقبل اسلام سے وابستہ ہے

سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی **جناب سید منور حسن** کا ندائے خلافت کے لیے خصوصی انٹرویو

(گذشتہ سے پیوستہ)

انٹرویو پینل: فرقان دانش خان۔ وسیم احمد

سوال: کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایم ایم اے کا جو اس وقت main ایجنڈا ہے وہ 1973ء کے آئین کی بحالی کے لیے کوشش ہے۔؟

جواب: اصل میں ہم ایجنڈے میں روزنئی چیزیں شامل کرتے ہیں وہ عالمی سطح کی بھی ہیں اور قومی سطح کی بھی ہیں۔ ہم چونکہ ایک تحریک ہیں ہم کسی ایک فہرست کا اعلان کر کے اس سے فارغ ہو کر نہیں بیٹھ سکتے کہ باقی مسائل پڑے رہے۔ آئین کی بحالی بہت اہم ایشو ہے کیونکہ آئین کا نہ ہونا یا معطل ہونا دین دشمن عناصر کے حق میں آتا ہے۔ عالم اسلام میں پاکستان اس لحاظ سے بڑی انفرادیت رکھتا ہے کہ جو اسلام دوست ہیں یا اسلام کے ماننے والے لوگ ہیں' ان کا قانون اور آئین ان کی حمایت کرتا ہے اور جو لوگ سیکولر ہیں ان کی مخالفت کرتا ہے۔ ترکی میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ترکی میں اسلامی پارٹی برسر اقتدار ہے۔ لیکن ان کا آئین ان کے خلاف ہے اور سیکولر لوگوں کی حمایت میں ہے۔ وہاں سیکولر لوگ کہتے ہیں کہ ہم آئین کے مطابق ہیں اور جتنے اسلام والے ہیں دستور کے خلاف ہیں' یہ قابل گردن زدنی ہیں۔ چنانچہ پاکستان میں ابتداء ہی میں مولانا مودودی نے قانون سازی اور دستور سازی کی طرف بہت توجہ دی۔ 1948ء میں بار ایسوسی ایشنوں میں خطاب کرنا شروع کر دیا جس کے باعث قانون میں بے شمار چیزیں اسلام کے حوالے سے شامل ہو گئیں۔ چنانچہ اسی کا ثمرہ ہے کہ آج دینی لوگ جو کام کر رہے ہیں آئین کے مطابق ہے۔ جو لوگ فحاشی و عریانی پھیلا رہے ہیں۔ وہ آئین اور قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ چونکہ آئین اور قانون فنکشنل نہیں ہے اور اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو سیکولر اور لبرل ہیں اس لیے وہ اپنی من مانی کر رہے ہیں۔ ایک لحاظ سے یہ بات درست ہے کہ ہماری Top Priority آئین کی بحالی ہے لیکن ہم باقی ایجنڈے کو نظر انداز نہیں کرتے' تمام ایشوز ساتھ لے کر چلتے ہیں۔

سوال: سود کے حوالے سے ایم ایم اے تحریک کیوں نہیں چلاتی تا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا نفاذ ہو اور عوام کو سود سے نجات ملے۔

جواب: ویسے تو صرف ایک مسئلہ سود ہی نہیں ہے اور بھی مسائل ہیں جن پر تحریک نہیں چلائی ہے۔ بلکہ جو فوری مسئلہ درپیش ہو اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے ضروری ہو پہلے اسے لیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اسمبلیاں بنی ہیں تو ایل ایف او کا مسئلہ تھا۔ اسے Resolve کئے بغیر کسی اسمبلی کے اندر بیٹھنا فضول تھا۔ ایل ایف او کے مسئلہ سے نپٹنے کے لیے ایک طریقہ تو وہ تھا جو ہم نے adopt کیا سترھویں ترمیم کا' اگر اس پر عمل درآمد ہوتا تو یہ ایشو Resolve ہو گیا تھا اور اب تک کئی مسائل اور حل ہو چکے ہوتے۔ اس لئے کہ جب ایک مرتبہ وردی اتر جاتی تو ق لیگ والے جو وردی دیکھ کر خوفزدہ ہیں ان کا خوف نکل چکا ہوتا اور جینوئن سیاست کر رہے ہوتے۔ ہمارے ساتھ بہت سے معاملات میں شریک ہوتے۔ چونکہ وردی والا معاملہ حل نہیں ہو سکا اس لیے اس کے نتیجے میں بہت ساری دوسری چیزیں بھی نہیں ہوئی ہیں۔ بہر حال یہ سود والا مسئلہ یہ ہمارے ایجنڈے پر موجود ہے۔ اسی طریقے سے یہ جو توہین رسالت کا قانون ہے لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں کوئی ترمیم نہیں کر سکتا۔ لیکن توہین رسالت کے قانون کا جو طریقہ کار ہے اس میں تبدیلی سے وہ Ineffective ہو جائے گا۔ مثلاً قانون میں یہ تبدیلی لے آئیں کہ آپ کے علاقے کا ایس ایچ او جب تک اس کی تصدیق نہ کرے اس وقت تک آپ کیس درج نہیں کرا سکتے تو اس قانون پر عمل درآمد ممکن ہی نہیں ہوگا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہم نے فلور آف دی ہاؤس پر ایک بات پیش کی تھی کہ ہمارے دستور میں یہ ہے کہ جو آئین توڑے گی اس کی سزا آرٹیکل 16 میں موجود ہے' جو موت کی سزا ہے۔ لیکن یہ کیسے پتا چلے گا کہ میں نے آئین توڑا ہے۔ چنانچہ اس کے اندر یہ بھی ہے کہ اس وقت کی جو حکومت ہے اس میں سے کوئی آدمی بتائے گا کہ میں نے آئین توڑا ہے۔ بھلا وہ کیوں بتائے گا۔ ہم یہ ترمیم اس میں لے کر آئے تھے کہ ملک کا ہر شہری عدالت کو اس طرف متوجہ کر سکتا ہے' اب یہ کام عدالت کا ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ کس نے آئین کی خلاف ورزی کی یا نہیں۔ بہر حال قوانین کا فی نفسہ اسلامی ہونا بھی ضروری ہے اور اس کے مطابق قوانین کا طریقہ کار بھی ایسا ہونا ضروری ہے کہ اس پر عمل درآمد میں سہولت پیدا ہو۔

سوال: سترھویں ترمیم کا ذکر آیا ہے تو کیا آپ وضاحت فرمائیں گے کہ آپ نے سترھویں ترمیم میں آغا خان تعلیمی بورڈ کو تحفظ کیوں دیا؟

جواب: دیکھئے بنیادی بات یہ ہے کہ جب کسی معاشرے کے اندر جبر کی حکومتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ غیر آئینی اور غیر قانونی حکومتیں جو کہ تیسری دنیا میں قائم ہوتی رہتی ہیں'

ہمارے معاشرے میں بھی ہوتی رہیں۔ وہاں ان سے چھٹکارے کے لیے ہمیشہ لوگ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو باہر جانے کا راستہ دیں تا کہ وہ باہر نکل جائیں اور جتنا نقصان وہ کر چکے ہیں اسے تو برداشت کریں لیکن آنے والے نقصان سے بچ جائیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کراکری کی دکان میں کوئی بھینسہ گھس آئے' تو لوگ اس بھینسے کو ڈنڈا نہیں مارتے۔ اس لئے کہ اس کو ڈنڈا ماریں گے تو اپنی کراکری توڑیں گے۔ ہمیشہ بھینسے کو ایگزٹ دیتے ہیں کہ اس کو نکالو کسی طریقے سے' نکلتے نکلتے وہ جتنی توڑ پھوڑ کردے وہ برداشت کریں گے لیکن بڑے نقصان سے تو بچ جائیں گے۔ جب یہ فوجی بھینسے سوسائٹی کے اندر گھس آتے ہیں تو جتنی جمہوری قوتیں ہیں حالات کو سمجھنے والی' وہ اس کی فکر کرتی ہیں کہ ان کو کسی طریقے سے ایگزٹ دیا جائے۔ انہیں جب باہر جانے کا راستہ دیتے ہیں تو انکے جو پچھلے قوانین ہیں ان کو تحفظ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے بغیر وہ نہیں جائیں گے۔ انہیں پتا ہے کہ اگر انہیں تحفظ نہ ملا تو آپ انہیں قتل کر دیں گے۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں پہلے ان کو ضمانت دی جائے کہ ان کو قتل نہیں کریں گے۔ پھر یہ ضمانت دیں کہ یہ جو چار قوانین آپ نے بنائے تھے موجود رہیں گے پھر وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہوں گے۔ اسی کے تحت ہم نے سترھویں ترمیم کو بادلِ نخواستہ قبول کیا۔ البتہ ہمارے پیش نظر Strategy دوسری تھی کہ ہم ایک دفعہ ان کی وردی اتار دیں۔ جس وقت انہوں نے مان لیا تو ہم نے ان کے قوانین کو انٹریٹی دے دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم 31 دسمبر 2004ء کو وردی اتاریں گے۔ اگر وہ وعدہ کے مطابق وردی اتار دیتے تو ہم مسلم لیگ ق کی مدد سے بھی آئینی ترمیم کر کے بہت ساری چیزیں درست کر سکتے تھے۔ آخر اسی صورت حال میں مذہب کا خانہ انہی سے منوایا تھا۔ میراتھن ریس انہی سے رکوائی ہے۔ اسی طرح آغا خان بورڈ یا اس کے علاوہ بھی سترھویں ترمیم میں بہت ساری چیزیں قابل اصلاح ہیں' ان کو درست کر لیتے۔ پنجاب میں آغا خان تعلیمی بورڈ کو Resist کیا گیا ہے' اس کا مطلب ہے کہ ان کے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو غلط کو غلط کہتے ہیں۔ بہرحال ایک بات ہمیں سمجھنی چاہئے کہ ہر سطح پر مختلف آراء رکھنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں مثلاً پیپلز پارٹی ہر حوالے سے سیکولر پارٹی ہے۔ لیکن ان کی خواتین ایم این ایز کی اکثریت نماز پڑھتی ہے۔ ان کے مرد حضرات میں ایک تو سیکولر لابی ہے' ایک وہ ہے جسے میں اسلامی نہیں کہتا لیکن وہ سیکولر لابی نہیں کوئی نام اور تلاش کر لیں' وہ اچھی بات کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بنیادی طور پر دعوت ہی دیں گے۔ اگرچہ اس کے نتیجے میں انتخابی سیاست میں کھنچاؤ بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف اپیلیں کرنے کے نتیجے میں اختلافی کلچر بھی وجود میں آتا ہے لیکن پھر پارلیمنٹ بن جاتی ہے تو لوگ ساتھ چلتے ہیں۔ جیسے ایک موضوع پر سیمینار میں ہم سب پارٹیوں کو بلاتے ہیں کشمیر پر بلا لیتے ہیں' مہنگائی پر بلا لیتے ہیں جس کے نتیجے میں یک جہتی کی طرف لوگ آ جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر پارٹی میں آپ اپنے ایجنڈے کے لیے کچھ لوگوں کو قائل کر سکتے ہیں۔ وہ گاڑھا ایجنڈا ایک طرف لیکن ایجنڈے کے بہت سارے نکات پر کافی سپورٹ ہو سکتی ہے۔ اس لیے ایک مرتبہ وردی اترنے کے نتیجے میں آزاد خیال لوگ بھی جو آج ق لیگ میں بندھے ہوئے ہیں اور وردی کے سائے میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس سے ہٹ کر بات ہی نہیں کر سکتے' آغا خان بورڈ جیسے فیصلوں سے رجوع کر رہے ہوتے۔ اگرچہ وقت تو اس میں ضرور لگتا ہے لیکن جلد یا بدیر ہمارے پاس Strategy ہے کہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سوال: ایم ایم اے کے اتحاد کی اب کیا صورت ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب پارلیمانی وفود میں شامل کیے جا چکے' ساجد میر کی اصل ہمدردیاں نواز شریف کے ساتھ ہیں' فضل الرحمٰن صاحب بھی حکومت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ کیا یہ اتحاد اب ایک مجبوری بن کر نہیں رہ گیا؟

جواب: جب پارلیمنٹ وجود میں آ جاتی ہے تو پارلیمنٹ کے وفود بنتے ہیں۔ ان وفود میں سب لوگ جاتے ہیں۔ اس وفد کے اندر خورشید صاحب بھی تھے' مولانا سمیع الحق صاحب بھی تھے۔ ان وفود میں اپوزیشن کے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ اسی طریقے سے پارلیمنٹ کی کمیٹیاں ہوتی ہیں پارلیمنٹ کی کمیٹیوں میں اپوزیشن کے لوگ بھی ہوتے ہیں' اس وجہ سے کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے کہ مولانا سمیع الحق بھی وفد کے ساتھ تھے۔ دوسری بڑی اہم بات یہ کہ مولانا سمیع الحق نے جتنے بھی بیانات ایم ایم اے کے خلاف دیئے ہیں وہ مستعفی تو نہیں ہوئے آج تک۔ حالانکہ جب کوئی اختلاف ہوتا ہے تو بندہ استعفیٰ دیتا ہے۔ یہ خود اس کی دلیل ہے کہ وہ "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" کے قائل ہیں۔ اگر وہ ایم ایم اے سے اتنا اختلاف رکھتے تھے تو کب کے چھوڑ کر چلے گئے ہوتے۔ پھر یہ کہ ان کی پارٹی کے سینئر نائب صدر ہمارے اجلاس میں شریک ہوتے ہیں۔ دونوں نائب صدور شریک ہوتے ہیں۔ سینئر نائب اور جونیئر نائب صدر بھی' اور ان کے ایم این اے بھی شریک ہوتے ہیں۔ کراچی والے ایم این اے تو ریگولر شریک ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اب انہوں نے ایک کمیٹی بنا دی تھی عبدالمجید صاحب کی سربراہی میں اور کہا کہ ان کو سارے اختلاف معلوم ہیں' لہٰذا اسی سے مذاکرات کریں۔ ہم نے بھی اپنے لوگوں سے کہا ہے ان سے مذاکرات کریں۔ ہمارے نزدیک تو ان کو بھی یہ بات پتا ہے کہ جب وہ ایم ایم اے کو چھوڑیں گے اپنا نقصان کریں گے' ایم ایم اے کو ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ الحمدللہ آج ایم ایم اے کی یہ پوزیشن ہے کہ جو اس سے الگ ہوگا وہ اپنے لیے مسائل پیدا کرے گا' ایم ایم اے کے مسائل میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایم ایم اے چھ پارٹیوں کا مجموعہ ہے۔ مختلف دائروں کے اندر پارٹیوں کے رجحانات اگر مختلف پارٹیوں کے ساتھ ہیں اور اینٹی ایم ایم اے نہیں مثلاً اگر پروفیسر ساجد میر کا رجحان مسلم لیگ کی طرف ہے تو پوری ایم ایم اے کا رجحان مسلم لیگ ن کی طرف ہے اور مسلم لیگ والے ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ سارے ملین مارچ میں تعاون کیا ہے اور جو کارواں چلے ہیں اس میں تعاون کیا ہے۔ اس لئے یہ تو کوئی قابل گردن زنی بات نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ بات صحیح ہے یا غلط' اگر ایسا ہو کہ وہ ان کے فیصلے مانتے ہوں' ایم ایم اے کے نہ مانتے ہوں۔ پھر تو بات بگڑ جائے گی۔ یا ہمارے فیصلوں کے خلاف وہ کوئی کام کرتے ہوں ایسے تو نہیں ہے۔ ایم ایم اے کے جو فیصلے ہیں ان کو تو لے کر چلتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایم ایم اے کے تمام فیصلے ایم ایم اے اتفاق رائے سے کرتی ہے' اس کے بعد ساری باتیں بے معنی ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی کا حکومت کی طرف رجحان ہے تو تمام پارٹیاں جمہوری ہیں کسی کا یہ حق نہیں چھینا جا سکتا کہ ان کی کوئی آزادانہ رائے نہ ہو مثلاً جے یو آئی کی رائے ہے کہ ہمیں سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں جانا چاہئے' تو یہ رائے رکھنے کا انہیں حق حاصل ہے۔ لیکن وہ اپنی اس رائے کو تجویز کی صورت میں ایم ایم اے کی جنرل کونسل میں پیش کرتی ہے۔ جنرل کونسل ہر دفعہ اتفاق رائے سے فیصلہ کرتی ہے کہ نہ جائیں تو وہ اس کی پابندی کرتی ہے' اس میں کیا خرابی ہے۔ اس لئے ایم ایم اے کا جو فنکشنل معاملہ ہے وہ الحمدللہ بہت سی چیزوں کو اسٹریم لائن کر دیتا ہے۔ جہاں تک معاملہ تفصیلی بحث و مباحثے کا ہے' کسی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے تمام آراء کو Synthesise کرنے اور یقینی طور پر اس کو اتفاق رائے تک پہنچانے کا ہے الحمدللہ اس میں ہم کامیاب ہیں۔

سوال: آخر کیا وجہ ہے کہ ایم ایم اے کو شیخ رشید اور دوسرے لوگوں کی طرف سے فرینڈلی اپوزیشن کا طعنہ سننا پڑتا ہے۔ اگر ایم ایم اے مشرف کی مخالفت میں مخلص ہے' تو بلوچستان میں حکومت سے علیحدہ کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: شیخ رشید کا نام آنے سے یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ زبان پر یہ کس کا نام آیا۔ جو شخص یہ کہہ کر دوسیٹیں جیتا ہو کہ میں نواز شریف کا سپاہی ہوں۔ تو اس کی کسی بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ڈس انفارمیشن منسٹر ہیں۔ ہم اپنے کردار کے ذمہ دار ہیں اور اپنی کارکردگی کے ذمہ دار ہیں۔ ہم شیخ ⇦

رشید کے بیانات کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہمارے کنڈکٹ میں آپ کو جو نظر آ رہا ہے آپ سوال کریں میں جواب دوں گا۔ ہمارے رویوں اور طور طریقوں میں آپ کو کوئی کمی نظر آتی ہے تو آپ بتائیں' لیکن آپ کہیں کہ شیخ رشید کے بیان کی جواب دہی کروں تو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ باقی دیکھئے کہ اگر کسی سوسائٹی میں انتخابات ہوتے ہیں یا تو آپ یہ موقف اپنائیں کہ انتخابات کے حامی نہیں ہیں یا یہ کہ انتخابات میں حصہ لیں اور جب نتائج آئیں تو کہیں کہ ہم نتائج کو نہیں مانتے تو نئی جدوجہد وجود میں آئے گی۔ لیکن آپ تمام نتائج کو تسلیم کر لیں' چاہے آپ یہ کہہ کر تسلیم کریں کہ لولے لنگڑے انتخابات تھے لیکن اس لئے مان لیا کہ الیکشن جب ہوتے ہیں تو وہ اپنے جلو میں ایک نیا الیکشن اور پولیٹکل کلچر لے کر آتے ہیں۔ بہر حال آپ اسمبلی کے اندر موجود ہیں تو دو میں سے ایک رول آپ کو ادا کرنا پڑے گا' اگر آپ کی اکثریت تھی تو آپ کو حکومت بنانی پڑے گی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری اکثریت ہے لیکن حکومت نہیں بنائیں گے۔ اگر آپ اکثریت میں نہیں ہیں تو جس کی اکثریت ہے اس کی بات ماننی پڑے گی۔ چاہے آپ اس کی پالیسیوں کے خلاف کتنی تحریک چلائیں یا اگر کسی کی بھی اکثریت نہ ہو' تو آپ کو یہ رول لے کرنا پڑے گا کہ آپ کا حکومت میں چلے جانا بہتر ہے یا نہ جانا بہتر ہے۔ اگر آپ کے مقابلے میں فلاں لوگ چلے گئے تو آپ کے لیے بہت زیادہ مسائل پیدا کریں گے۔ لہٰذا آپ خود جائیں گے اور اپنے مسائل خود حل کر لیں گے۔ ہم اگر بلوچستان کی اسمبلی میں ہیں تو لوگوں کے مینڈیٹ کی وجہ سے ہیں۔ الیکشن کے نتائج کی وجہ سے وہاں پوزیشن ایسی ہے کہ ہمارے بغیر مسلم لیگ بھی حکومت نہیں بنا سکتی' اور ہم خود بھی مسلم لیگ کے بغیر حکومت نہیں بنا سکتے۔ لہٰذا ہم نے وہاں پر جو فیصلہ کیا ہے۔ سوچ سمجھ کر کیا ہے اور ہمارا اس میں فائدہ یہ ہے کہ ان شاء اللہ اگلے انتخابات میں ہماری پوزیشن اس سے بہتر ہوگی۔

سوال: نواز شریف اور بے نظیر عوام کے مقبول لیڈر ہیں' ان کی واپسی کی صورت میں ایم ایم اے کا کیا مستقبل ہے؟

جواب: ہماری صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا' حکمرانوں کی صحت پر کوئی اثر ہوتا ہوگا۔ بے نظیر اور نواز شریف چاہتے ہیں کہ واپس آئیں تو ضرور آئیں اور بجائے وہاں سے ڈور ہلانے کے اور قیادت کرنے کے بہتر ہے کہ ملک کے اندر کام کریں تاکہ ان کے حوالے سے پوری بات کی جا سکے۔ ہم تو اس کے حق میں ہیں کہ وہ آئیں' ہمارے نزدیک اس کا فائدہ بھی ہمیں ہی پہنچے گا۔

سوال: اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کو کیا ایسے ایوان میں بیٹھنا چاہئے' جو تین سال میں حکومت الٰہیہ کے قیام کے حوالے سے ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکا؟

جواب: آپ کی رائے میں کام نہیں ہوا۔ ہمارے نزدیک اس ایوان نے کام کیا ہے۔ اگر ہم نہ ہوتے تو آپ کو پتا چلتا کہ کیا ہو گیا ہے۔ آج جو درس قرآن ہو رہے ہیں یہ درس نہیں ہو سکتے تھے۔ اس وقت اندازہ ہوتا آپ کو کہ ہمارے لوگوں نے کیا کیا ہے۔ جو لوگ مسجد سے لاؤڈ سپیکر اتارنا چاہتے ہیں اور ابھی تک اتار نہیں پاتے ہیں وہ اسی ایوان کا دباؤ ہے۔ اسی طرح مسجد کا خطبہ لکھا ہوا آ گیا ہوتا' آپ اس کو پڑھ رہے ہوتے اور یہ جتنی تقریریں ایک ایک گھنٹے کی کرتے ہیں خلافت اور ملوکیت پر یہ ساری ختم ہو چکی ہوتیں۔ اس موزانہ ہمیشہ دو چیزوں کا کیا جاتا ہے ایک صورت حال ہمارے ایوان میں ہونے کے حوالے سے ہے اور دوسری ہمارے نہ ہونے کے حوالے سے ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ کو کچھ بھی نہیں فائدہ ہوا اگر ہم نہ ہوتے تو نقصان کتنا ہوتا۔ اس نقصان سے پوری ملت کو بچایا ہے۔ اس کی بھی طویل فہرست ہے۔

سوال: مولانا مودودیؒ کے ہمراہ جماعتی زندگی کا کوئی یادگار واقعہ؟

جواب: اصل میں مولانا بھی دہلی کے رہنے والے تھے۔ ہمارا ایک خاندانی تعلق بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب میں جمعیت سے جماعت میں شامل ہوا تو مولانا نے مجھے ایک خط لکھا اور یہ بات اس میں تحریر کی کہ "میں اور تمہارے والد ہم دونوں ایک ہی مسجد میں کوچہ پنڈت میں نماز پڑھتے تھے' وہ مجھ سے چند سال بڑے تھے۔ مجھے اس بات پر بڑی خوشی ہوئی کہ میرے دوست کا بیٹا جماعت میں شامل ہوا ہے وغیرہ"۔ اگرچہ مولانا سے رابطے کا سلسلہ جمعیت کے دور ہی سے تھا' کیونکہ مولانا خود بھی جمعیت کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور مختلف حوالوں سے اس کے کام کی تحسین بھی کرتے تھے اور اس سے وابستہ نوجوانوں کے لیے کلمہ خیر بھی کہتے تھے۔ 1964ء میں جب جماعت پر پابندی لگی تھی اور ساری قیادت دس مہینے کے لیے جیل بھیج دی گئی تھی۔ اس وقت ایوب خان کی طرف سے مولانا پر یہ الزام بھی تھا کہ یہ طلبہ کو اکساتے ہیں۔ بہر حال میں مرکزی شوریٰ میں تھا اور وہ جماعت کے امیر تھے۔ چنانچہ مرکزی شوریٰ میں ہم آپس میں ملتے تھے اور مختلف معاملات پر بھی تبادلہ خیال ہوتا رہتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم بہت جونیئر تھے اور بات کرنے کا سلیقہ اور ڈھنگ زیادہ نہیں آتا تھا۔

سوال: پاکستان میں اسلام کا کیا مستقبل ہے؟

جواب: میرے نزدیک تو کسی کا مستقبل ہی نہیں سوائے اسلام کے۔ اصل میں سمجھنا چاہیے کہ یہ جماعت اسلامی اور ایم ایم اے کا مسئلہ نہیں۔ ہمارے ملک کے اندر اللہ کے فضل سے بہت سی قوتیں دین کا کام کر رہی ہیں۔ دراصل جب آدمی دین کا کوئی کام کرتا ہے تو مجموعی طور پر اسلام کے کاز کو تقویت پہنچتی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی پہلے مرحلے کا کام کرتا ہو' لیکن یہ سب کام contribute کرتے ہیں اس پورے کام کو جو مجموعی طور پر ملک میں اسلام کی چھاپ بٹھائی ہے۔ جتنے لوگ جماعت بھی سے الگ ہوئے ہیں' کچھ لوگوں نے خیر اس میں کام نہیں کیا ہے کچھ لوگوں نے منفی بھی کام کیا ہے اور وہ کسی اور طرف نکل گئے ہیں' وہ کسی سیکولر لابی کی خدمت کرتے ہیں یا لبرل ازم کی طرف چلے گئے ہیں' لوگ ہم سے پلٹ کر پوچھتے ہیں کہ یہ آدمی تو آپ کے ساتھ تھا اب کیا ہوا؟ لیکن یہ بہت شاذ مسائل ہیں۔ بہر حال مجموعی طور پر جہاں جہاں بھی یہ لوگ ہیں دین کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ اسی طرح منبر و محراب کے لوگوں نے قال اللہ اور قال الرسول کی جتنی صدائیں بلند کی ہیں وہ دین کی فضا کو عام کرنے کا سبب بنی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں کا تصور دین بہت واضح اور دوٹوک ہے' بعض لوگوں کا تصور دین ناقص ہے یہ جو ناقص تصور دین ہے۔ یہ بھی مین سٹریم میں شامل ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ انہی لوگوں نے پوچھا ہے نام لیے بغیر بات کہتا ہوں کہ فلاں دن آپ نے بیس لاکھ آدمی جمع کر لیے تھے اسی دن طالبان کی شرعی حکومت افغانستان میں ختم کر دی گئی' آپ یہ نہیں کر سکتے تھے کہ بیس لاکھ آدمی لے کر اسلام آباد چلے جاتے اور جب جاتے تو بیس لاکھ اور شریک ہو جاتے۔ یہ چالیس لاکھ اسلام آباد کی طرف جاتے تو کوئی سپورٹ امریکہ کو نہ دے سکتا اور شرعی حکومت باقی رہتی۔ اس طبقے کا کہنا یہ ہے کہ امریکہ کے خلاف مظاہرہ کرنا سیاسی کام ہے نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن طالبان کی حکومت کے خاتمے کے خلاف مظاہرہ کرنا تو اسلامی کام ہے۔ اگرچہ یہ جزوی تصور دین یا ناقص تصور دین ہے لیکن یہ بھی مین اسٹریم میں آئے گا' کیونکہ ان کا ایجنڈا بعض حوالوں سے وہی ہے جو کسی اور کا ہے۔ اس لیے اس ملک کے اندر بے شمار قوتیں ہیں جنہوں نے اسلام کا نام لیا ہے' کام کیا ہے' اگرچہ ایک بہت چھوٹے دائرے میں کیا ہے۔ صرف نماز کے لیے کیا ہے' صرف حجاب کے لیے کیا ہے۔ ان حالات میں میرے نزدیک اسلام کا ہی مستقبل ہے اور ویسے یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ جو دینی قوتیں ہیں ان کے حجابات بھی اٹھ گئے ہیں۔ ان کے اختلافات بھی رفع ہو گئے ہیں۔ ان کی دوریاں بھی سمٹ گئی ہیں۔ ان کی خلیج کو پاٹنے کے بھی ان گنت عنوانات ہیں۔ اس لیے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اختلاف تو جماعت اسلامی کے اندر بھی بہت ہیں باہر تو اور بھی زیادہ ہونا چاہئے۔ وہ ہم جو چار چار دن مرکزی شوریٰ کا اجلاس کرتے ہیں۔ تو دو گھنٹے کیوں نہیں کر لیتے۔ بھئی سارے ایک جیسے لوگ ہیں' سارے بیٹھ کر فیصلہ کر لیں'

لیکن دس آراء ہیں دس آراء کو سمّرائز کرنے میں چار دن لگتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے جماعت سے باہر جو لوگ ہیں ان کی تو بہت ساری آراء ہوں گی۔ اور وہ آراء حق و باطل کی نہیں ہیں۔ وہ حق کے اندر بہت ساری سوچ کی لہریں ہیں۔ لہٰذا اس کی بڑی ضرورت ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان جو اختلافات ہیں کیا وہ کافی نہیں ہیں کہ ان کا تذکرہ کیا جائے۔ بجائے اس کے کہ جو اختلاف ہے اسے بیان کیا جائے۔ بہر حال اب لوگ کسی ایسے شخص یا جماعت کی تحریک کی کامیابی پر بھی خوش ہیں کہ جس میں بظاہر لگتا ہے کہ وہ شامل نہیں ہیں۔ لیکن لوگوں نے اس کے لیے دعائیں کی ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کے لیے ووٹ دیئے ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کے لیے کلمہ خیر کہا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے حق میں کوئی نہ کوئی بات کی ہوتی ہے۔ اس وقت سیکولر فورسز اپنے پیک پر ہیں اور یہ جو انگریزی کا پریس ہے یہ روزانہ لکھتا ہے اس موضوع پر کہ جنرل صاحب جو بات کہتے ہیں اس پر عمل درآمد کیوں نہیں کرتے۔ پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ انہوں نے کیوں بحال کیا۔ میراتھن ریس سے کیوں پیچھے ہٹ گئے۔ یا ایم ایم اے کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم یہ کردیں گے وہ کردیں گے' کرتے کیوں نہیں' کمزور کیوں ہیں۔ اس لئے کہ یہ لبرل لابی اب دینی حلقوں سے خوفزدہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دینی جماعتوں' دینی قوتوں' دین کا فہم رکھنے والوں نے بالغ نظری کا ثبوت دیا ہے جن کو جینین اختلافات بھی ہیں انہوں نے بھی ان اختلافات کو پیچھے رکھ دیا ہے۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ پاکستان میں اسلام کے سوا کسی اور کا مستقبل نہیں ہے۔

ضرورت لیڈی اٹنڈنٹ

ایک معذور خاتون کی ہمہ وقتی نگہداشت کے لیے ایک پختہ عمر کی بیوہ یا مطلقہ خاتون اٹنڈنٹ جو بھاری جسم والی مریضہ کو سنبھال سکتی ہو' کی فوری ضرورت ہے۔

برائے رابطہ: قمر سعید قریشی

فون: 0300-4619009 5869501-03

17 جون بروز جمعۃ المبارک

مرکزی ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر صاحب

اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے واحد مطالبہ

کے موضوع پر مسجد عمر' جامعہ انوار الاسلام' علی پور چٹھہ میں خطاب جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔

پریس ریلیز 3 جون 2005ء

''قرآن کے حقیقی احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے''

گوانٹاناموبے میں قرآن حکیم کی بے حرمتی پر پوری اُمت مسلمہ کی بے قراری اور احتجاج اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں نہ صرف یہ کہ اللہ کے کلام کی عظمت اور احترام کا جذبہ موجود ہے بلکہ ان کی دینی غیرت وحمیت جاگ اٹھی ہے۔ تاہم قرآن کے حقیقی احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اپنا امام اور راہنما بنایا جائے اور اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات کو اس کے تابع کر دیا جائے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم عملی زندگی میں قرآن حکیم کو اپنا رہنما نہیں بنا رہے اور اس کے احکامات و تعلیمات کے خلاف زندگی گزار رہے ہیں تو اللہ کی نگاہ میں ہم عملاً اس کی توہین کر رہے ہیں اور اس اعتبار سے آج پورا عالم اسلام قرآن حکیم کی بے حرمتی کا مرتکب ہو رہا ہے، کیونکہ 57 اسلامی ممالک میں کہیں بھی اللہ کا دین پورے طور پر نافذ نہیں۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ مسلمان اُمت قرآن پر عمل کے ذریعے ہی دنیا میں سربلند و غالب ہو سکتی ہے جبکہ حدیث میں ہے کہ قرآن اور دین سے دوری اور دنیا پرستی کے باعث مسلم امہ اتنی کمزور اور بزدل ہو جائے گی کہ اقوام عالم مسلمانوں کو تر نوالہ سمجھتے ہوئے اس پر ایک دوسرے کو یوں دعوت دیں گی جیسے کہ کھانا چن دینے کے بعد میزبان کے بلانے پر مہمان کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ انہوں نے نبی اکرمؐ کے ایک فرمان کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ جو کوئی قرآن کے ہوتے ہوئے کہیں اور سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتا ہے اللہ اسے لازماً گمراہ کر کے چھوڑتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کے احترام کا واحد تقاضا یہ نہیں ہے کہ اسے کسی ریشمی غلاف میں لپیٹ کر اونچی جگہ پر رکھ دیا جائے اور نہ ہی قرآن اس لیے نازل ہوا ہے کہ اسے ایصال ثواب کا آلہ بنا لیا جائے یا ریسرچ کا موضوع بنا کر اس پر تحقیق شروع کر دی جائے بلکہ یہ درحقیقت کتاب ہدایت ہے جس میں زندگی کے ہر معاملے کے بارے میں خواہ اس کا تعلق علم وفکر سے ہو یا فعل و عمل سے اور خواہ وہ انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی معاملات سے' ہمیں ہدایت و رہنمائی دی گئی ہے۔ اور یہ اس لیے عطا ہوا کہ اپنے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کو قرآن و سنت کے مطابق تشکیل دیا جائے، وگرنہ اللہ کی نظر میں ہم کافر، فاسق اور ظالم قرار پائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن حکیم کا دلوں میں احترام اپنی جگہ لائق تحسین ہے لیکن ہمیں اپنے عمل سے بھی ثابت کرنا ہوگا کہ ہم واقعتاً اسے سب سے محترم سمجھتے ہیں۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

''ندائے خلافت'' کے قارئین کرام یہ شمارہ موصول ہونے کے تین دن کے اندر
بذریعہ ای میل یا خط ہمیں بھی بتائیں:

وہ کون تھا؟

سید قاسم محمود

امام مالک نے پوچھا: ''صاحب زادے' تمہارا نام کیا ہے؟''

اُس نوجوان نے کہا: ''میرا نام محمد ہے۔ میں مطلبی ہاشمی ہوں''۔

یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا: ''اے محمد' اللہ سے ڈرتے رہنا' گناہوں سے بچنا' تم کسی دن مرتبۂ بلند پر پہنچو گے۔ اللہ نے تمہارے قلب پر نور القاء کیا ہے۔ ایسا نہ ہو' یہ نور ارتکابِ معصیت سے بجھ جائے''۔

نوجوان مدینے سے واپس مکہ آیا۔ والدہ سے گھر کا احوال معلوم ہوا تو روزگار کی فکر ہوئی۔ گو حصولِ علم کا شوق اب بھی زوروں پر تھا' لیکن معاش کی تنگی اس قدر لاحق تھی کہ اس طرف توجہ دینی پڑی۔ اُس زمانے میں والیٔ یمن مکہ آیا ہوا تھا۔ بعض اصحاب نے اُس سے نوجوان طالبِ علم کا ذکر کیا۔ ملاقات ہوئی۔ والیٔ یمن نے متاثر ہو کر اسے اپنے ساتھ یمن چلنے کو کہا۔ وہ راضی ہو گیا۔ اور کچھ وقت کی مہلت مانگی۔ یمن جانے والے بات کو خود یوں لکھا ہے:

''اُس وقت میری ماں کے پاس' اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ میں گھریلو سروسامان بہم پہنچا سکتا۔ آخر بے چاری نے گھر رہن رکھا' تب کام چلا۔ جب میں یمن پہنچا تو میں نے باقاعدہ کام شروع کیا' اور والی کی طرف سے سرکاری امور انجام دینے لگا''۔

بہت جلد نوجوان طالب علم کی ذہانت' دانائی اور تقویٰ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اُسے نجران کی گورنری مل گئی تھی۔ نجران کے خوشامدی اور چاپلوس لوگ جو سابقہ گورنر کو رشوت دے کر اپنے کام نکلوایا کرتے تھے' جب نئے گورنر سے رعایتیں حاصل کرنے میں ناکام ہو گئے تو اُن کی طرف سے مختلف الزامات سامنے آنا شروع ہوئے۔ تاہم عوام اُس کے بہت عقیدت مند اور مداح تھے۔ والیٔ یمن' جس کے زیر اثر نجران کا علاقہ بھی تھا' اُس کی عدل گستری اور انصاف پسندی کو برداشت نہ کر سکا' کیونکہ یہ مفاد پرستی کے خلاف تھا۔ وہ موقع کی تلاش میں رہنے لگا کہ جب اپنے نوجوان گورنر پر کسی طرح کا الزام لگا کر گلوخلاصی کرا سکے۔ اُسے یہ موقع اُس وقت ہاتھ آیا جب عباسی خلفاء کے خلاف علوی تحریک نے سر اٹھانا شروع کیا۔

والیٔ یمن نے خلیفہ ہارون الرشید کو لکھا: ''یہاں علوی تحریک کے لوگ موجود ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ ضرور خروج کریں گے۔ ان علویوں میں ایک شخص محمد بھی ہے جو میرا حکم مانتا ہے نہ میری پابندیوں کو خاطر میں لاتا ہے''۔

والیٔ یمن نے اپنے ایک عامل کے ذریعے خلیفہ ہارون الرشید کو عریضہ لکھوایا کہ اگر آپ یمن کی خیر چاہتے ہیں تو ادریس کے بیٹے محمد کو اس سرزمین سے نکالیے اور سخت سزا دیجئے۔ اس شخص کا یہاں بڑا اثر رسوخ ہے۔ اس شخص کا تعلق سادات سے ہے اور سادات کا خاندان پھر خلافت کے خواب دیکھ رہا ہے' چنانچہ اس شخص کی اعانت بھی سادات کو حاصل ہے۔

یہ شکایات سن کر خلیفہ ہارون الرشید آپے سے باہر ہو گیا اور اُن تمام افراد کو بذریعۂ حکم طلب کر لیا جن پر شک کا اظہار کیا گیا تھا۔ اُس علم کے طالب کو بھی گرفتار کر لیا۔ خلیفہ کے حضور پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے سب افراد کے قتل کا فیصلہ صادر کیا۔ جب یمن کے معزول گورنر کی باری آئی تو اُس نے ایسی پُر سوز' مدلل اور موثر تقریر کی' جس سے خلیفہ ہارون الرشید کانپ اٹھا۔ اُس نے قتل کا حکم نامہ منسوخ کر دیا۔ خلیفہ اُس کے بارے میں کوئی سخت فیصلہ کرنے سے پہلے امام محمد کی رائے معلوم کرنا چاہتا تھا۔

خلیفہ نے جب امام محمد سے اُس کے متعلق دریافت کیا تو امام نے فرمایا: ''اسے علم سے حصۂ وافر عطا ہوا ہے۔ وہ باغی ہے نہ بے اصول۔ وہ ایسا نہیں' جیسا اس کے متعلق کہا جا رہا ہے۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: ''یہ بات ہے تو فی الحال اس شخص کو اپنے پاس رکھیے۔ اس کے بارے میں فیصلہ ملتوی کیا جاتا ہے''۔

عمر کے چونتیسویں برس میں' جس آزمائش سے' اس شخص کو گزرنا پڑا' وہ اُس کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہوئی۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد کے زیرِ سایہ آنے سے فقۂ حنفی کے اصول و قواعد اور امور و مسائل کو سمجھنے کا سنہری موقع ہاتھ آ گیا۔ کیسے؟ وہ کون تھا؟

مصر کے شیخ حسن البنا شہید

صحیح جواب دینے والوں کے اسمائے گرامی:۔

☆ حافظ محبوب احمد خان' لاہور ☆ گل فشاں ملک' کراچی

☆ محمد عارف' لاہور ☆ سید کامران واسطی' لاہور

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ

ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور

پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے

روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے

قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن 'جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

تعارفِ کتب

نام کتاب: موسیقی حرام نہیں؟

مصنف: شیخ ناصر الدین البانیؒ

مترجم: مولانا محمد جمیل اختر

ضخامت: 176 صفحات

ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ‘ اُردو بازار‘ لاہور

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اس وقت مسلمان دورِ زوال سے گزر رہے ہیں۔ اُن میں بدعملی‘ غفلت اور سہل انگاری بُری طرح مسلط ہے۔ حکمران عیش و عشرت کے دلدادہ اور فکرِ آخرت سے فارغ ہیں۔ چونکہ مغرب کو اس وقت غلبہ حاصل ہے لہٰذا مسلمان اپنی تہذیب چھوڑ کر مغربی اقدار کو اپنا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ علمائے دین میں سے بعض ذاتی منافع اور سستی شہرت حاصل کرنے اور مغربی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر بعض منکرات کو جواز دینے کا کارنامہ سرانجام دے کر دین کے ساتھ غداری کر رہے ہیں اور اس بات سے غافل ہیں کہ یہ کام کس قدر بھیانک اور ہلاکت خیز ہے۔ سودی کاروبار اور بے پردگی کا جواز پیش کیا جا رہا ہے جبکہ جہاد کو خلافِ اسلام قرار دے کر یہود و نصاریٰ سے شاباش لینے کے لیے اُسے دہشت گردی کہا جا رہا ہے۔

اسی طرح کی ایک کوشش یہ بھی ہو رہی ہے کہ موسیقی اسلام میں حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔ علمائے اُمت میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق ہر زمانے میں ایک گروہ حق پرستوں کا موجود رہے گا جو اس قسم کے فتنوں کا تعاقب کرے گا اور اسلام کی صحیح اور حقیقی صورت لوگوں کے سامنے رکھے گا۔ زیر تبصرہ کتاب کا مصنف اسی گروہ کا ایک فرد ہے جس نے اس کتاب میں موسیقی کی حرمت پر قرآن و سنت سے استدلال کیا ہے انہوں نے علمائے سوء کی طرح مغربی تہذیب کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کیا بلکہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی تہذیب سراسر فطرت کے قریب ہے جبکہ مغربی تہذیب ہر اعتبار سے ہلاکت کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ گانے بجانے اور ناچنے والی عورتوں کو کنجریاں کہا جاتا تھا اور اسلامی معاشرے میں اُن کا کردار قابلِ نفرت تھا مگر آج انہیں فنکاروں کا نام دے کر صفِ اوّل کی شہری سمجھا جا رہا ہے اور علماء سوء ہیں کہ وہ اس تبدیلی کا ساتھ دے رہے ہیں کہ اسی میں عافیت ہے۔

کیونکہ چلو تم اُدھر کو‘ ہوا ہو جدھر کی

اسلامی تعلیمات کا اوّلین ماخذ قرآن مجید ہے جس میں لہو و لعب کی مذمت واضح الفاظ میں موجود ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپؐ نے کبھی گانے بجانے اور رقص و سرور کی کوئی محفل برپا نہیں کی بلکہ آپ کی زندگی سراسر جدوجہد‘ جہاد‘ تعلیم و تبلیغ‘ اعلیٰ اخلاقی اقدار اور عبادتِ رب پر مشتمل تھی۔ آپؐ کے یثرب میں داخلے کے وقت چھوٹی بچیوں نے دف بجا بجا کر خیر مقدمی اشعار گائے ہیں اس سے جدید آلاتِ طرب پر حیا سوز گانوں کا جواز تلاش کرنا کس قدر جہالت اور کور ذوقی کی علامت ہے۔

یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں ہر باب ایک ذیلی عنوان ہے۔ مصنف نے استدلال کا حق ادا کر دیا ہے اور اباحیت پسند‘ مغرب زدہ اور باؤنے علماء کے معذرت خواہانہ انداز پر ضربِ کاری لگائی ہے۔ اس طرح کی کتابیں وقت کی ضرورت ہیں تاکہ بے حیائی کے سیلاب میں بہہ جانے والے مسلمان غیروں کی ناپاک جسارتوں اور اپنوں کے فریب سے آگاہ ہو سکیں۔ میری خواہش ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کا خود مطالعہ کرے اور دوسرے دوست احباب کو اس کے مطالعہ کی دعوت دے تاکہ موسیقی کے جواز کے دھوکے سے بچا جا سکے۔

مختصر تحریر

علماء کرام کے نام

چودھری شہزاد

معزز علماء کرام کو ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف توجہ اور غور فکر کی دعوت دی جاتی ہے۔

یہ ایک عام روش ہے کہ نماز کی ہر کتاب میں نماز کا اُردو ترجمہ بھی ساتھ لکھا جاتا ہے اسی طرح بچوں اور بڑوں کو نماز ترجمے کے ساتھ سکھائی جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو پتہ ہو کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے نماز میں خشوع و خضوع کے حصول کے لیے بھی یہ چیز بہت ضروری ہے کیونکہ اگر نماز کا اُردو ترجمہ بھی معلوم ہو تو دھیان اللہ کی طرف رہنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

جمعہ کی نماز میں عربی خطبہ کی سماعت کو واجب قرار دیا گیا ہے اور خطبہ سننے کے آداب تقریباً نماز ہی کی طرح ہے اس دوران حرکات و سکنات اور بول چال کی ممانعت ہوتی ہے اور نفل یا سنت نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں اس طرح خطبہ جمعہ کی اہمیت کسی طرح بھی نماز سے کم نہیں لیکن یہ انتہائی حیران کن بات ہے کہ خطبہ جمعہ کے اُردو ترجمہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی اوّل تو نماز کی بے شمار کتابوں میں سے چند ایک ہی ایسی ہیں جن میں یہ خطبہ تحریر کیا گیا ہے لیکن ان میں بھی اس کا اُردو ترجمہ موجود نہیں شاید چند لوگ ہی ایسے ہوں گے جنہیں جمعہ کا خطبہ یاد ہوگا اور اس کا ترجمہ تو سوائے خطیب حضرات کے کسی کو بھی معلوم نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نماز کی ہر کتاب میں یہ خطبہ جمعہ اور اس کا ترجمہ بھی سکھایا اور یاد کروایا جائے۔

چونکہ اس وقت نماز کی کتابوں میں خطبہ تحریر نہیں اس لیے خطبہ جمعہ اور اس کا ترجمہ علیحدہ سے چھپوا کر اسے مساجد میں تقسیم کیا جائے اور نمازی حضرات کو تلقین کی جائے وہ اسے زبانی یاد کریں اس طرح لوگوں میں خطبہ کے معاملے میں خشوع و خضوع پیدا ہوتا اور وہ اس کی حقیقی برکتوں سے مستفیض ہو سکیں گے۔ اگر شرعی گنجائش موجود ہو تو خطبہ کے بعد اس کا ترجمہ بھی سنایا جانا چاہیے تاکہ جو لوگ اسے یاد نہ کر سکیں وہ اسے سمجھ سکیں۔

وفاق المدارس کو بھی چاہیے وہ تمام مدارس میں خطبہ جمعہ بمعہ ترجمہ کا حفظ لازمی قرار دیں۔ اسی طرح اسلامیات کی کتابوں میں بھی خطبہ اور اس کے ترجمہ کو شامل کیا جانا چاہیے لیکن ایک ایسی اسلام دشمن حکومت سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی جو کہ نصاب میں سے اسلامی اسباق کو کھرچ کھرچ کر نکال رہی ہے۔

اُمید ہے علماء کرام مندرجہ بالا تجاویز پر سنجیدگی سے غور کریں گے اور ان پر عمل درآمد کروانے کے لیے بھرپور کردار ادا کریں گے۔

تنظیم اسلامی کراچی شمالی کے زیر اہتمام بانی محترم کا دعوتی خطاب

ماہ اپریل میں امیر تنظیم اسلامی شمالی کراچی کی درخواست پر بانی محترم کا عمومی خطاب مسجد فاروق اعظمؓ نارتھ ناظم آباد میں 28 اپریل کو ہوا۔ خوش قسمتی سے انہی دنوں مولانا آصف قاسمی صاحب جو دارالعلوم و مسجد فاروق اعظمؓ کے چیئرمین ہیں اور مستقل طور پر کینیڈا میں مقیم ہیں' پاکستان آئے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان کی خدمت میں اجازت کے لیے درخواست پیش کی گئی جو انہوں نے بخوشی قبول فرمائی۔ انہوں نے بانی محترم کی دینی خدمات کو سراہا اور ان کے کیوٹی وی کے پروگرام اور کینیڈا میں مقیم مسلمانوں کے دینی حلقوں میں پذیرائی پر گفتگو فرمائی۔

پروگرام کے ناظم کی ذمہ داری راقم کے سپرد کی گئی۔ سب سے پہلے امیر تنظیم شمالی کراچی سید اظہر ریاض صاحب نے رفقاء کو ایک خط لکھا جس میں پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے بھرپور کوششوں کے ساتھ ساتھ انہیں اس ضمن میں انفاق کی ترغیب و تشویق دلائی جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ پورے علاقے کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ان میں مقامی ناظمین جمیل احمد خان' اویس پاشا' طارق امیر پیرزادہ اور نوید مزمل صاحبان کا تقرر ہوا۔

تیاری کے پہلا مرحلہ Data collection کا تھا جس میں علاقوں کا سروے' مساجد اور ان کے ائمہ و خطباء کی فہرست اور بینرز اور ہینگرز کے آویزاں کیے جانے کے مقامات کا انتخاب شامل تھا۔ تنظیم میں موجود احباب کی فہرست کے علاوہ قریب کی تنظیم سے ان کے احباب کی فہرست منگوا کر ۲۴۰۰ افراد کا Data base تیار کیا گیا جس کی تیاری میں عزیز احمد صدیقی صاحب نے جو ایک سالہ کورس میں شامل ہیں' بڑی جانفشانی سے کام کیا۔ اگلے مرحلے میں تشہیر کے ذرائع اور اس سلسلے میں اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا۔ 150 بینرز' 1200 پوسٹر ہینگرز' 1500 ہینڈ بلز' 1000 خصوصی دعوت نامے اور 2000 دعوتی خطوط تیار کیے گئے۔ پروگرام سے دس روز قبل تشہیری مہم کا آغاز ہوا۔ خطوط کی ترسیل' خصوصی دعوت ناموں کی ذاتی طور پر احباب' علاقہ کے ناظمین اور مساجد کے خطیب حضرات میں تقسیم۔ مساجد' بس اسٹاپ اور مارکیٹ وغیرہ پر 1200 پوسٹر ہینگرز کو آویزاں کرنے میں رفقاء نے بڑھ چڑھ کر team spirit کے ساتھ حصہ لیا۔ اس دوران شام کی نمازوں میں ہینڈ بلز کی نمازیوں میں تقسیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ پروگرام سے تین دن قبل طے شدہ مقامات پر بینرز لگوائے گئے اور ایک روز قبل سوزوکی پر علاقے میں پروگرام کی تشہیر کا سلسلہ مائک کے ذریعے شروع ہوا۔ ای میلو کے ذریعہ بھی منظم انداز میں اس پروگرام کی تشہیر کی گئی جس میں رفقاء کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔ جبکہ بذریعہ کیبل بھی علاقہ میں تشہیر کا اہتمام کیا گیا۔ جمیل احمد خان اور محمد سمیع صاحبان نے اخبار کے دفاتر میں جا کر خصوصی دعوت نامے تقسیم کیے اور اخبارات سے پریس کوریج کی درخواست کی گئی۔ روزنامہ جسارت اور جنگ میں اشتہارات بھی شائع کرائے گئے۔

گاڑی خراب ہونے کی بناء پر بانی محترم دس بجے شب جلسہ گاہ پہنچے۔ اس سے قبل پروگرام کا آغاز نوجوان رفیق طٰہٰ غیاث صاحب کی تلاوت سے ہوا جنہوں نے سورۃ الجمعہ کی ابتدائی چار آیات کی اپنی خوبصورت آواز میں تلاوت کی۔ اسٹیج سیکرٹری انجینئر نوید احمد صاحب نے بانی محترم کی آمد میں تاخیر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا تفصیلی تعارف اور دعوت رجوع الی القرآن کی چالیس سالہ جدوجہد کی تفاصیل بیان کی۔

بانی محترم نے ''رسول انقلاب ﷺ کا طریق انقلاب'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اسلامی انقلاب کے لیے صحیح لائحہ عمل صرف اسوۂ رسول ﷺ میں ہے۔ اسلام کا انقلابی نظریہ توحید ہے جس کے مضمرات میں سیاسی سطح پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور انسانی خلافت' معاشی سطح پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور انسان کے لیے امانت' اور معاشرتی سطح پر مکمل انسانی مساوات ہے۔ جو لوگ اس نظریئے کو قبول کرلیں انہیں بیعت سمع و اطاعت کی بنیاد پر منظم کرنا اور قرآن کی انقلابی تعلیمات کی روشنی میں ان کی تربیت کا اہتمام کرنا ہے۔ جاری نظام کی جڑوں میں تیشہ چلانے والی اس انقلابی دعوت کے ردعمل میں داعی کا تمسخر و استہزاء' اس کی کردار کشی اور اس کے پیروکاروں پر تشدد کا آغاز ہوتا ہے جس کو کمال صبر سے برداشت کیا جاتا ہے اور کوئی جوابی کاروائی نہیں کی جاتی البتہ اپنے موقف پر ڈٹے رہنا پڑتا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرے کی خاموش اکثریت کی ہمدردیاں انقلابی تحریک کے حق میں استوار ہونے لگتی ہیں۔ یہ سب کچھ انقلاب کے مکی دور میں ہوا اور موجودہ حالات میں بھی انقلابی تحریک کو یہی کچھ کرنا پڑے گا۔ البتہ مدنی دور میں اسلام کی انقلابی تحریک مسلح تصادم کے مرحلے سے گزری۔ اس مرحلے پر ہمیں اجتہاد سے کام لینا ہوگا کیونکہ اس دور میں مسلمانوں کا مقابلہ کفار و مشرکین سے تھا اور آج اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے والے کم از کم قانونی مسلمان حکمراں ہیں۔ مزید برآں اس وقت دونوں طرف سے استعمال ہونے والے اسلحے ایک جیسے تھے اور لوگ جنگ میں رضاکارانہ حصہ لیتے تھے فرق صرف تعداد کا تھا۔ آج حکومت کے پاس تربیت یافتہ فوج موجود ہے جو جدید ترین اسلحوں سے لیس ہے دوسری طرف عوام نہتے ہیں۔ البتہ تمدنی ارتقاء کے نتیجے میں ایک مثبت فرق یہ واقع ہوا ہے کہ ریاست اور حکومت کی الگ الگ حیثیتیں متعین ہو چکی ہیں اور عوام کو حکومت کے خلاف تحریک چلانے اور اسے بدلنے کا حق حاصل ہے۔ لہٰذا معاشرتی برائیوں کے خاتمے کے لیے پرامن مظاہروں' دھرنوں اور گھیراؤ کے ذریعے مؤثر تحریک چلائی جاسکتی ہے جس کے نتیجے میں اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوگی۔ البتہ یہ اقدام اسی وقت ممکن ہے جب کہ انقلابی تحریک کو معتد بہ تعداد میں ایسے کارکن مہیا ہوں جو اپنی اور اپنے زیر اثر افراد پر ممکنہ حد تک شریعت نافذ کر چکے ہوں اور صرف اللہ کی رضا اور اس کے دین کی سربلندی کی خاطر اپنے مال و جان کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ جب تک کارکنوں کی اتنی تعداد مہیا نہیں ہو جاتی' انقلابی تحریک تقریر و تحریر کے ذریعہ نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمے کی جدوجہد کرتی رہے گی اور اپنا حلقۂ اثر بڑھاتی رہے گی۔

اگرچہ 1700 کرسیوں اور 150 دریوں کا انتظام کیا گیا تھا اور ملٹی میڈیا کے ذریعہ جلسہ گاہ کے باہر پروجیکٹر پر خطاب ریلیز کرنے کا اہتمام کیا گیا تھا لیکن شرکا کی تعداد بتدریج بڑھتی گئی اور یہ انتظامات ناکافی پڑ گئے۔ مزید 40 دریوں کا انتظام کرنا پڑا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس پروگرام میں تقریباً 1800 خواتین اور 4000 حضرات نے شرکت کی۔ مکتبہ سے 190' 30 روپے کی کتب و کیسٹ کی فروخت ہوئی۔ 550 شرکاء کے پروگراموں کی اطلاع کے بارے میں کوائف موصول ہوئے۔ ان سے دعوتی پروگراموں کے لیے وقتاً فوقتاً رابطے کیے جائیں گے۔ جبکہ استقبالیہ کاونٹر سے ایک کثیر تعداد میں شرکاء نے تنظیم اسلامی کا تعارفی لٹریچر اور بیعت فارم وغیرہ حاصل کیے۔

(رپورٹ: خبیب عبدالقادر)

امیر محترم کا دورہ حلقہ سندھ زیریں کا (7 تا 9 مئی 2005ء)

امیر محترم حافظ عاکف سعید اور ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی حلقہ سندھ زیریں کے دورے پر 7 مئی کو پہنچے۔ نماز ظہر سے قبل تک انہوں نے امیر و ناظم حلقہ کے ساتھ تنظیمی امور پر گفتگو فرمائی۔ بعد نماز عصر انہوں نے حلقہ کے ارکان مجلس عاملہ کے ساتھ ایک نشست میں شرکت فرمائی اور تنظیمی امور پر ان سے تبادلہ خیال فرمایا۔ ماہانہ شب بیداری میں تذکیر بالقرآن کے عنوان پر انہوں نے رفقاء سے سورۃ الرعد کی آیات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے اچھے اور نہ کہنے والوں کے برے انجام کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے فرمایا کہ رب کی پکار پر لبیک میں مال و اسباب دنیوی اور اولاد کی محبت رکاوٹ بن جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا اور اس کی ساری چیزیں حاصل ہو جائیں اور وہ اپنے انجام بد سے بچنے کے لیے انہیں فدیہ میں دینا چاہیں تو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اتنا ہی کچھ اور بھی انہیں میسر ہو جائے تو بھی عذاب آخرت سے ان کی جان نہیں چھوٹے گی۔ اگلی صبح بعد نماز فجر ارکان مجلس مشاورت حلقہ سے ایک نشست میں مختلف تنظیمی امور پر تبادلہ خیال فرمایا۔ شب بیداری پروگرام کے اپنے اختتامی خطاب میں انہوں نے فرمایا کہ ایک نظریاتی تنظیم کے رفقاء آپس میں انتہائی رحیم ہوتے ہیں جبکہ نظریات کے مخالف لوگوں کے لیے ان کے دلوں میں جذبہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ایسی جماعت کے رفقاء کے لیے جو لوگوں پر حق کی گواہی قائم کرنے اور روئے ارضی پر اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے لیے آپس میں جڑے ہیں رول ماڈل محمد کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں۔ بعد نماز ظہر امیر محترم کی ایک خصوصی نشست تنظیم اسلامی جنوبی کے رفقاء کے ساتھ ہوئی۔ پروگرام میں تقریباً 50 رفقاء نے

شرکت کی۔ امیر محترم نے تمام رفقاء سے باری باری تعارف حاصل کیا۔ رفقاء کے سوالات کے جوابات دیئے اور رفقاء کی جانب سے دی گئی تجاویز نوٹ فرمائیں۔ اس کے بعد مبتدی اور ملتزم رفقاء نے مسنون بیعت کی۔ بعد نماز مغرب امیر محترم کی امیر تنظیم اسلامی جنوبی سے ملاقات ہوئی۔ بعد نماز عشاء دفتر حلقہ میں امیر محترم کی گلشن اقبال تنظیم کے رفقاء کے ساتھ ایک خصوصی نشست منعقد ہوئی جس کا فارمیٹ بھی وہی تھا جو جنوبی تنظیم کے رفقاء کے ساتھ نشست کا تھا۔

اگلے دن امیر محترم نے دفتر حلقہ میں چند رفقاء سے انفرادی ملاقاتیں فرمائیں۔ بعد نماز عصر بزرگ رفیق سراج احمد سید صاحب جو ایک عرصے سے علیل ہیں' کی عیادت کرنے ان کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ بعد نماز مغرب نوبل پوائنٹ ہال میں تنظیم اسلامی شمالی کے رفقاء کے ساتھ ایک خصوصی نشست منعقد ہوئی۔ سب سے پہلے امیر تنظیم شمالی سید اظہر ریاض صاحب نے تنظیم کا تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں رفقاء کا تعارف ہوا۔ نقباء نے اپنے تعارف کے دوران اپنے اسرے کا بھی تعارف کروایا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست منعقد ہوئی۔ رفقاء کے سوالوں کے جواب میں امیر محترم نے فرمایا کہ طالبان کی اسلامی ریاست ایک بیرونی قوت نے ختم کی تھی اور وہ اپنی ریاست کی بحالی کی جدوجہد میں مصروف ہیں لہٰذا ان کا یہ جذبہ جہاد' جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے عالم اسلام کے خلاف دوہرا محاذ کھول رکھا ہے۔ ایک طرف تو اس نے اپنی عسکری قوت کی بنیاد پر افغانستان میں طالبان حکومت اور عراق میں صدام حسین کی حکومت ختم کی۔ دوسری طرف وہ مسلمانوں کے عقائد کو مضمحل کرنے کے اقدامات میں معروف ہے۔ پاکستان میں تعلیمی نظام میں انہی کے اشارے پر تبدیلیاں کی گئیں' حدود آرڈیننس اور توہین رسالت آرڈیننس کو متنازعہ بنایا گیا اور اب آغا خان فاؤنڈیشن کے ذریعہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ ہماری ایٹمی قوت بھی اس کی آنکھوں میں کھٹکتی ہے اور ہمارا یہ دفاعی اثاثہ بھی اس کے مذموم عزائم کی زد میں ہے۔ انقلابی تحریک کے کارکنوں کو اس ساری صورتحال کا پورا ادراک ہونا چاہیے۔ اس کے بعد بانی محترم کے تنظیم اسلامی شمالی کے تحت مسجد فاروق اعظم میں منعقد ہونے والے پروگرام کی تفصیلی رپورٹ پروگرام کے ناظم خبیب عبدالقادر صاحب نے پیش کی۔ آخر میں امیر محترم نے رفقاء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سورۃ التغابن کی آخری آیات کے مطابق انہیں ممکنہ حد تک تقویٰ اختیار کرنا چاہیے' سمع و طاعت کے جذبے کے ساتھ اپنی تنظیمی و دعوتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہیے اور اللہ کی راہ میں زیادہ انفاق کی عادت ڈالنی چاہیے۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی گلشن اقبال کراچی میں خواتین کا دعوتی پروگرام

مورخہ 17 فروری 2005 کو محترمہ امۃ المعطی صاحبہ جو بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی صاحبزادی ہیں' نے گلشن اقبال آفس کراچی میں تنظیم کی رفیقات سے خطاب کیا۔ پروگرام ٹھیک 3 بجے شروع ہوا۔ محترمہ حفیظہ نے' تلاوت فرمائی۔

محترمہ امۃ المعطی صاحبہ نے دینی فرائض کے جامع تصور کے ضمن میں خواتین کی ذمہ داریوں کے حوالے سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں فرائض ادا کرنے کے حوالے سے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ جو کام کر رہے ہیں وہ ہم پر فرض ہے یا ہم ایسی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں جو ہم پر عائد ہی نہیں کی گئی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ فرائض اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناکافی ہوں۔ بحیثیت خاتون ہمیں سیرت صحابیات سے سبق لینا چاہیے نبی ﷺ کی سنت زندگی کے ہر گوشے میں ہمارے لیے نمونہ کامل ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ خواتین اپنے سرپرستوں کی رضا وخوشی اور بھرپور حقوق ادا کرنے کے بعد تنظیمی ذمہ داریوں کو ادا کریں۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے عورت پر قوام بنایا ہے لیکن انسانی سطح پر مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل یکساں ہیں۔

دینی فرائض کے ضمن میں جو زیرزمین بنیاد ہے وہ ایمان حقیقی ہے' جس کے اوپر چار ستون نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' ان ستونوں کے بعد پہلی چھت آتی ہے جو اسلام' اطاعت' عبادت اور تقویٰ سے عبارت ہے۔ فرائض دینی کی دوسری سطح تبلیغ و دعوت کی سطح ہے جس سطح پر خواتین کا دائرہ کار محدود ہے۔ اپنے بچے' شوہر اور محرم رشتہ دار مرد و خواتین میں شوہر اور بچوں کا حق ادا کرتے ہوئے باہر تبلیغی سرگرمیاں ادا کی جاسکتی ہیں۔ تیسری اور آخری چھت تکبیر رب اور اقامت دین کی ہے۔ خواتین اس سطح پر اپنے گھر کے مردوں کی تربیت کریں گی اور ان کو اس میدان کے لیے محنت کرنے پر کمربستہ کریں گی۔ محترمہ امۃ المعطی صاحبہ نے چند نصیحتیں بھی کیں کہ اللہ کا حق تمام حقوق پر فائق ہے اس کی فکر کرنی چاہیے خواتین کو حلال و حرام اور اپنے حقوق وغیرہ کے متعلق علم ہونا ضروری ہے اور جو علم ہم تک پہنچ چکا ہے کیا ہم نے اپنے ماتحتوں کو پہنچادیا ہے۔ آخر میں محترمہ ناہید بنت الیقین صاحبہ نے دعا کرائی اور ساڑھے پانچ بجے یہ مفید پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ رفیقات نے بہتر ذوق اور محبت سے شرکت کی اور سوالات بھی پوچھے جن کا امۃ المعطی صاحبہ نے بہت تسلی بخش جوابات دیئے۔

(رپورٹ: بنت محمد علی ابراہیم)

حلقہ لاہور کا سہ ماہی اجتماع

27 مئی بروز جمعۃ المبارک اور نماز مغرب قرآن آڈیٹوریم میں حلقہ لاہور کا سہ ماہی اجتماع منعقد ہوا۔ اس کی صدارت امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے کی۔ اجتماع کا آغاز تذکیر بالقرآن سے ہوا۔ محمد مبشر صاحب نے یہ سعادت حاصل کی۔ سورۃ الحدید کی آیت نمبر 16 کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آج کے دن ہمارا یہ سہ ماہی اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور آج کے دن ہی گوانتانا موبے میں ہونے والی قرآن مجید کی بے حرمتی کے خلاف مذہبی جماعتیں احتجاج کر رہی ہیں۔ گویہ بھی ایک انداز ہے کہ اس حوالے سے کام کیا جائے۔

لیکن یہ بات خاص طور پر تنظیم اسلامی کے حوالے سے زیادہ سوچ بچار والی ہے کہ ہماری وہ تنظیم ہے کہ جس کا اوڑھنا بچھونا قرآن مجید ہے۔ میرے نزدیک یہ ایک ایسا موقع ہے کہ عوام الناس کے پاس جایا جائے اور اس حوالے سے بات کی جائے کہ ایسا واقعہ کیوں پیش آیا ہے وہ اس لیے کہ ہم کمزور ہیں۔ کمزور کیوں ہیں؟ اس لیے کہ ہم نے قرآن مجید کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قائم نہیں کیا: جب یہ قرآن مجید ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں قائم ہو جائے گا تو پھر قرآن مجید کی بے حرمتی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آئے گا رفقاء کے لیے بھی یہ موقعہ ہے کہ وہ انفرادی سطح پر قرآن مجید کے ساتھ اپنے تعلق کا جائزہ لیں۔ اس کے بعد عبدالمنان صاحب نے تہجد کی اہمیت کے موضوع پر گفتگو کی' اُن کی گفتگو میں علامہ اقبال کے اشعار کی کثرت تھی۔ انہوں نے رفقاء کو یاد دہانی کرائی کہ قرآن مجید کے ساتھ تعلق کی ایک عمدہ ترین صورت تہجد کی نماز ہے۔ اُن کی گفتگو کے بعد امیر حلقہ نے ملٹی میڈیا پر کمپیوٹر کی مدد سے حلقہ کی پچھلے پانچ ماہ دسمبر تا اپریل 2005 کی رپورٹ رفقاء کے سامنے پیش کی۔ اور مختلف پہلوؤں کے حوالے سے رفقاء کو ترغیب دلائی۔ انہوں نے کہا کہ اگلی سہ ماہی کے لیے آپ کے لیے یہ ہدف ہے کہ ندائے خلافت کی کھپت 750 ہو جائے۔ رپورٹ پیش ہونے کے بعد طارق جاوید نے تعلق "مع اللہ" "کیا" کیوں اور کیسے! کے عنوان پر ایک پُرمغز گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ سے ذاتی تعلق جتنا استوار ہوگا اُتنا ہی ہم میں ایمان ویقین اور تفویض الامر الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوتی چلے جائے گی۔ اور سنت سے ثابت ہے کہ اس کی بہترین صورت تہجد ہے۔

اس کے بعد امیر حلقہ نے اپنے مختصر صدارتی کلمات میں کہا کہ میں آپ کو وہی نصیحت کر رہا ہوں جو کہ آنحضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیا کرتے تھے یعنی "میں تم کو بھی اور اپنے آپ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں"۔ اور موجودہ حالات میں ہمارے لیے بہترین لائحہ عمل وہ جو کہ سورۂ آل عمران کی آخری آیت میں بیان ہوا ہے کہ "اے ایمان والو صبر کرو اور جڑے رہو" ہمارے پروگراموں میں بہتری بھی اسی صورت ہوگی کہ آپ کی شرکت پروگراموں میں بڑھتی جائے گی اور پھر آپ کے مشوروں سے ہی پروگراموں میں بہتری آئے گی۔ بعد ازاں نماز عشاء کی باجماعت ادائیگی پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب کردہ: محمد یونس)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

بقیہ: منبر ومحراب

ہے معروف کو منکر بنایا' منکر کو معروف۔ وہ جو منافقین کے لیے سورۃ توبہ میں الفاظ آئے ہیں: ﴿يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ﴾ منافق کا کام یہ ہے کہ وہ منکر کا حکم دیتا ہے معروف سے روکتا ہے۔ ہمارا کردار تو یہ رہا ہے کہ معاشی میدان میں سب سے بڑے منکر سود جس کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے اس کو چھوٹا گناہ مت سمجھو اگر اسے نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے لیکن ہم نے اس منکر کو وہ فروغ دیا کہ شیطان بھی عش عش کرتا ہوگا۔ شیطان کا دوسرا وار ہے ﴿وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ﴾ وہ تمہیں فحش کا حکم دیتا ہے فحش کاموں کی تلقین کرتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا منکر ہے جسے ہم نے فروغ دیا اور جس درجے دیا اس سے بھی اگر کوئی خوش ہوا ہوگا تو صرف شیطان۔ جو معروف ہے اسے اس ملک کے اندر Discourage کیا گیا' شریعت کا نفاذ' دینی تعلیمات کا فروغ' دینی اقدار کو پروموٹ کرنا' اللہ اور رسول کے ہر ماننے والے سے تقاضا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اللہ اور رسول کی کامل اطاعت کرے' نمونہ بن کر دکھائے اور جو سرکاری اعتبار سے اونچے عہدوں پر ہیں ان کے لیے یہ ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہیں۔ بہرحال جن لوگوں کی اللہ مدد کرتا ہے ان کی شان یہ ہے کہ وہ معروف کی تلقین بھی کرتے ہیں' معروف کا حکم دیتے ہے اور معروف کو نافذ بھی کرتے ہیں۔ ﴿وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ منکرات کے خلاف پبلک ایجوکیشن بھی ہے۔ پبلک کو تلقین کرنا بھی ہے۔ ان میں منکرات سے بچنے کا جذبہ بھی بیدار کرنا ہے اور قوت کے ساتھ اس منکر کو جڑ سے اکھاڑنا بھی ہے۔ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں اللہ ان کی مدد کرتا ہے۔ ﴿وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ o﴾ اور یہ جان لو کہ تمام معاملات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں' نتیجہ اس کے پاس ہے۔ یہ ہے معاملہ جو قرآن کی ان آیات کے حوالے سے ہمارے سامنے آتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کی بے حرمتی کے معاملہ پر بھرپور احتجاج ہونا چاہیے۔ ایم ایم اے والوں کا یہ مطالبہ صحیح ہے کہ امریکہ اس پر معافی مانگے اور آئندہ کے لیے وعدہ کرے کہ اس قسم کا معاملہ نہیں ہوگا۔ محض نیوز ویک کے ایڈیٹر کا اس خبر کو واپس لے لینا مسئلے کا حل نہیں۔ اصل میں تو بے حرمتی کا ازالہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے امریکہ کو معافی مانگنی چاہیے۔ لیکن وہ معافی تب مانگے گا جب طاقتور ہوں اور دینی حمیت اور غیرت کا مظاہرہ پورے طور پر کریں۔ (طاقت کے حصول کے لیے اللہ کی مدد حاصل کرنا ضروری ہے۔ اللہ کی مدد تب ہی آئے گی کہ جب ہم اپنا قبلہ درست کریں اور وہ کردار پیش کریں جس کا ان آیات میں ذکر ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی حرمت کے تقاضے جو ہم پر لاگو ہوتے ہیں انہیں ادا کریں۔ انفرادی طور پر ہم قرآن کے حقوق ادا کریں۔ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ وہ لوگ جنہیں ہم کتاب عطا کرتے ہیں۔ تو وہ پھر اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ لفظ تلاوت کو اگر کھولیں گے تو یہ سامنے آئے گا کہ اسے پڑھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں' غور وفکر کرتے ہیں اور اس نیت کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ اس پر عمل بھی کرنا ہے اور اس آسمانی ہدایت کو اپنا امام اور رہنما بنا کر اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ یہ ہے تلاوت کا مفہوم۔ ہم میں سے ہر شخص اس تقاضے کو پورا کرنے کی طرف آئے۔ یہ ہے انفرادی سطح پر قرآن کی حرمت کا تقاضا۔ اجتماعی سطح پر قرآن کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس نظام کو قائم کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور آنحضورﷺ کی سنت اور احادیث کی شکل میں ہمیں عطا فرمایا ہے۔ اگر ہم وہ نہیں کر رہے کہ قرآن مجید کا فتویٰ ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ o﴾ (المائدۃ:44) ''جو اللہ کی اتاری ہوئی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی کافر ہیں۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ o﴾ (المائدۃ:45) ''جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی ظالم ہیں''۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o﴾ ''جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ فاسق ہیں''۔ وہ ابلیس کے ساتھی ہیں۔ لہٰذا قرآن کی حرمت کا ہم سے تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی شریعت کے مطابق ہم فیصلے کریں۔ شریعت کو قائم کریں تو اللہ کی مدد ہمیں حاصل ہوگی' پھر امریکہ کو واقعتاً قرآن کی بے حرمتی کی جرأت نہیں ہوگی اور ہم بھی اس قابل ہوں گے کہ امریکہ سے اس زیادتی کا بدلہ لے سکیں۔ ورنہ'' ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات'' کے مصداق زبانی کلامی احتجاج کرنے کے بعد بھی ہم امریکہ کی غلامی کرنے پر مجبور ہوں گے۔

❁ ❁ ❁

بقیہ: اداریہ

میں اضافہ یقیناً قابل تحسین ہے لیکن 9/11 کے بعد ہم نے کان پکڑنے اور بڑی طاقتوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی جو ریت ڈالی ہے کیا 7 ارب کا اضافہ دشمن سے خائف اور دہشت زدہ ہونے کی اس روایت میں تبدیلی لا سکے گا؟ اس کیفیت سے نکلنے کے لیے اصلاً اللہ پر ایمان' حوصلہ اور جذبہ کی شدت سے ضرورت ہے وگرنہ سات تو کیا ستر ارب کا اضافہ بھی بے کار ثابت ہوگا۔ پراپرٹی مافیا کے آگے ایک بار پھر حکومت نے گردن جھکالی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بجٹ میں پراپرٹی کے لین دین پر ٹیکس تجویز کیا گیا تھا لیکن جب بجٹ پیش ہونے سے پہلے حتمی منظوری کے لیے کابینہ کے سامنے پیش کیا گیا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیخ پڑے ہائے ہمارے پلاٹوں کا کیا بنے گا' لہٰذا ان سے اظہار ہمدردی اور یکجہتی کے لیے فوری طور پر پراپرٹی کے لین دین پر ٹیکس ختم کر دیا گیا۔ آخر میں ہم پوری شدت سے اپنے اس موقف کا اعادہ کرتے ہیں کہ سود جو انسان کو درندۂ بے چنگ بنا دیتا ہے جب تک ہم اسے اپنی معیشت سے بے دخل نہیں کریں گے نہ غریب کا بھلا ہوگا نہ امیر کو ذہنی وقلبی سکون نصیب ہوگا اور نہ پاکستان کے دن بدلیں گے۔

❁ ❁ ❁

قدیم قرآنی نسخوں کا عطیہ

لاہور کی دو خواتین نے قرآن پاک کے دو انتہائی قدیم نسخے لاہور میوزیم کو عطیہ کیے ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ 1116ء کا ہے جو افغانستان کے سابق شاہی خاندان کی ایک خاتون مسز آغا گل درانی نے عطیہ کیا ہے جو ماڈل ٹاؤن میں رہتی ہیں۔ دوسرا نسخہ فارسی زبان میں نہایت خوبصورت قدیم نسخہ ہے' جو لاہور کینٹ کی رہائشی مسز تسنیم خان نے عطیہ میں دیا ہے۔ دونوں متبرک نسخہ جات بین الاقوامی مارکیٹ میں پانچ لاکھ روپے ہدیہ کے ہیں۔ لاہور میوزیم میں قرآن مجید کا وہ تاریخی نسخہ بھی رکھا ہوا ہے جو پنجاب کے سابق سکھ حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے وزیر سید نورالدین کو تحفے میں دیا تھا۔ (عباس بیگ مرزا۔ لاہور)

❁ ❁ ❁

شعبہ سمع و بصر کی تیار کردہ

CDsاور DVDs کی مکمل فہرست

ویڈیو سی ڈیز

کوڈ	عنوانات	تعداد
VCD-001	بیان القرآن (اردو) قرآن حکیم کا مختصر ترجمہ اور تشریح	108
VCD-002	عظمت مصطفی ﷺ	02
VCD-003	ختم نبوت اور تکمیل رسالت	02
VCD-004	جہاد فی سبیل اللہ کے مراحل اور لوازم	02
VCD-005	خدمت خلق کا قرآنی تصور	01
VCD-006	ابلیس کی مجلس شوریٰ	02
VCD-007	قائداعظم اور علامہ اقبال کا "نظریہ پاکستان"	02
VCD-008	نجات کی راہ	02
VCD-009	استقبال رمضان	02
VCD-010	قرآن کا فلسفہ شہادت (ARY DIGITAL)	03
VCD-011	سیرت النبی ﷺ (ARY DIGITAL)	03
VCD-012	حکمت و احکام جمعہ	01
VCD-013	شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن میں ایک اصلاحی تحریک	02
VCD-014	توبہ کی عظمت اور تاثیر	01
VCD-015	متاع الغرور	01
VCD-016	موجودہ عالمی حالات میں اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل	02
VCD-018	کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے؟	02
VCD-019	سیمینار: پاک بھارت تعلقات	03
VCD-020	قرآن کی عظمت اور اس کی بنیادی تعلیمات (ابوظہبی پروگرام)	21
VCD-021	حقیقت و اقسام شرک	03
VCD-022	عربی گرامر (لطف الرحمن خان)	24
VCD-023	منتخب نصاب (قرآن حکیم کے منتخب مقامات کے دروس)	104
VCD-024	رسول ﷺ انقلاب کا طریق انقلاب	02
VCD-025	Round Table with Dr. Israr Ahmad	12
VCD-026	اسلام میں پردے کے احکام	03
VCD-027	خطبات خلافت	07
VCD-028	سیمینار: اسلام اور بینکنگ	07
VCD-029	سیمینار: روشن خیالی کا موجودہ تصور اور اسلام	03
VCD-030	تکمیل نبوت و رسالت	05
VCD-031	نفاق کی حقیقت	03
VCD-032	اقامت دین کے کارکنوں کے مطلوبہ اوصاف	02

آڈیو سی ڈیز

کوڈ	عنوانات	تعداد
ACD-001	بیان القرآن (اردو) قرآن حکیم کا مکمل ترجمہ اور مختصر تشریح	108
ACD-002	بیان القرآن (English)	112
ACD-003	توبہ کی عظمت اور تاثیر	01
ACD-004	اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے واحد مطالبہ	02
ACD-005	کلمہ طیبہ اور ہمارے دینی فرائض	02
ACD-006	ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے	02
ACD-007	رسول انقلاب کا طریق انقلاب	02
ACD-008	نجات کی راہ	02

ڈیٹا سی ڈیز

کوڈ	عنوانات	تعداد
CD-001	بیان القرآن (MP3)	02
CD-002	خطابات جمعہ (Vol: I) (MP3)	01
CD-003	خطابات جمعہ (Vol: II) (MP3)	01
CD-004	خطابات جمعہ (Vol: III) (MP3)	01
CD-005	خطابات جمعہ (Vol: IV) (MP3)	01
CD-006	خطابات جمعہ (Vol: V) (MP3)	01
CD-007	اسلام اور خواتین (MP3)	01
CD-008	حقیقت دین و ایمان (MP3)	01
CD-009	الہدیٰ (قرآن حکیم کا منتخب نصاب) (MP3)	01
CD-010	Al-Huda (MP3)	02
CD-011	Basic Themes of Al-Qur'an (MP3)	01
CD-012	منہج انقلاب نبوی ﷺ (Real Video)	01
CD-013	انٹرنیشنل خلافت کانفرنس (Real Video)	01
CD-014	دورۂ ترجمۂ قرآن 2003 (Real Audio)	01
CD-015	جرائد 2002 (ندائے خلافت، میثاق، حکمت قرآن)	01
CD-016	جرائد 2003 (ندائے خلافت، میثاق، حکمت قرآن)	01
CD-017	تلاوت قرآن حکیم (۳ قاری حضرات کی آواز میں) (MP3)	01
CD-018	تلاوت قرآن حکیم (۲ قاری حضرات کی آواز میں) a(MP3)	01
CD-019	قرآن کی عظمت اور اس کی بنیادی تعلیمات (MP3)	01
CD-020	خطابات جمعہ (Vol: VI) (MP3)	01
CD-021	جرائد 2004	01
CD-022	سالانہ اجتماع تنظیم اسلامی پاکستان	01
CD-023	بیان القرآن۔ انگریزی	03
CD-024	منتخب نصاب (تفصیلی)	03
CD-025	منتخب نصاب	02

ڈی وی ڈیز

کوڈ	عنوانات	تعداد
DVD-01	بیان القرآن (قرآن حکیم کا ترجمہ اور مختصر تشریح)	14
DVD-02	منتخب نصاب (قرآن حکیم کے منتخب مقامات کے دروس)	24
DVD-03	Round Table with Dr. Israr Ahmad	03
DVD-04	خطبات خلافت	03
DVD-05	اسلام میں پردے کے احکام	01
DVD-06	عظمت مصطفی ﷺ	01
DVD-07	ختم نبوت اور تکمیل رسالت	01
DVD-08	رسول انقلاب کا طریق انقلاب	01
DVD-09	سیمینار: اسلام اور بینکنگ	03
DVD-09	سیمینار: روشن خیالی کا موجودہ تصور اور اسلام	01
DVD-10	تکمیل نبوت و رسالت	01
DVD-11	نفاق کی حقیقت	01

مکتبہ خدام القرآن

قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور فون 5869501-03 فیکس 5834000
ویب: www.tanzeem.org ای میل: maktaba@tanzeem.org

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 21

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

Realists vs. Nihilists

The more time goes by, the more the realists and nihilists among the political analysts are exposed. The realist will tell you that the US adventures for imposing its will with the barrel of a gun are doomed to failure. Nihilists will tell you that the war must go on for liberation and democratization.

Clear examples of these opposing trends are a report in Ottawa Citizen and an article in the New York Times which appeared on the same day, May 04, 2005. Headline of the Citizen Report reads: "Canadian report casts doubt on U.S. goal to create democracy in Iraq."

To the contrary, the New York Times op-ed tells its readers: "So yes, this is a big, deep struggle in Iraq. Yes, the forces of decency and pluralism are slowly winning... members of the Sunni-Traditionalist-jihadist minority are losing... Zarqawi & Co. are losing - and they know it." (Friedman).

The newly released report produced for Canada's Defence Department questioned whether the U.S. can bring democracy to Iraq and the Middle East because the US has all along been relying on American-friendly authoritarian regimes to provide stability in the region.

The New York Times blames the failure so far on the Muslim world and the "suicide bombers." Quoting friendly sources, Friedman tries to show that "The Iraqi election was a total shock to the militant jihadist forces in the Arab-Muslim world."

To the contrary the Canadian study questions if democracy is really what the US is trying to establish: "It is doubtful that the U.S. would risk stability, and the possible electoral success of hostile Islamist groups, simply to spread democracy throughout the region."

The democratic façade is evident. James Moore, the author of the report's Iraq section, said the danger with democratic reforms is that elections could bring Islamist hardliners to power. It means democracy is accepted as long as it doesn't become a tool to give Muslims the opportunity to live by Islam.

This priority is evident from the 1992 elections in Algeria; the US efforts to undermine Erbakan in Turkey in the mid 90s and lately the elections in the occupied Arab territories, where Hamas is treated the same way as FIS in Algeria.

Friedman sticks to his generalist anti-Islam mantra by claiming that all those who pose resistance to an aggressive and rapacious enemy's unjust and unlawful invasion of Iraq are Jihadists, who "see the struggle for democracy in Iraq as anathema to everything they stand for: a literalist interpretation of Islam, unsullied by modernity, adaptation, women's rights or political and religious pluralism."

He would never come to the specifics to explain as to what is the literalist interpretation; how Islam oppresses women and what adaptations and innovations in Islam are a must. It is, nevertheless, easy for him to declare before hand that "Islamists" hate democracy.

The more Friedman-like nihilists in the US media and military sound more upbeat about the war in Iraq, the more the realists get skeptical of the over all success of the mission based on lies and then quickly switched to project democracy. Mr. Moore says: "It's not inevitable that Iraq is going to emerge as a liberal democratic pluralistic society."

The nihilists, nevertheless, want the world to forget lies which the US administration told through its teeth to make this war possible. You will never see a slightest reference to the lies about W.M.D and Saddam's links to Al-Qaeda and 9/11 in the New York Times and other pages from the "mainstream" media.

Instead look for the emphasis on the fear of Islam in articles after articles. For example, in the aforementioned article, Friedman's emphasis is on spreading specific misconceptions, such as "Jihadist fanatics" do not want democracy. His objective is to show that the resisting forces are actually the enemy of democracy, not the US occupation and aggression.

To confirm that brutal occupation is not the issue, Friedman adds, it is a "war within Islam... between Traditionalists and Rationalists, which dates back to Baghdad in the ninth century; the struggle between ardent Sunnis and Shiites, which dates back to succession battles in early Islam." In other words, the US administrations' outright lying and invasion has nothing to do with the ongoing carnage. Shias and Sunnis are pitted against each other since centuries any way.

The nihilist goes one step further to directly implicate Islam and Muslims desire to live by Islam: "Sunni-Traditionalist-jihadist minority are losing. And the more that becomes evident, the more violent they will become - because their whole vision is in danger of being repudiated by fellow Arabs and Muslims."

The question is: If they had a vision, why didn't they go for it when a weaker Saddam was in power? The nihilists attempt at blaming everything on a vision of the "jihadists" is to create a negative image of any Muslim struggling for self-determination and having a vision to live by Islam.

After exonerating the US of its crimes against humanity and blaming "jihadists" for the ongoing carnage, Mr. Nihilist Friedman comes to define the objectives of the forces fighting a war against aggressors. This is where he directly blames Islam for all the wrongs: "The jihadist forces ... see the struggle for democracy in Iraq as anathema to everything they stand for: a literalist interpretation of Islam, unsullied by modernity, adaptation, women's rights or political and religious pluralism."

Every term is vague and general but the environment in which these nihilists write is conducive and receptive due to years of anti-Islam work. It instantly make the readers conclude that "Jihadists" are not against the US because the US administration lied and starved 1.8 million Iraqis (mostly children) to death. It killed a 100,000 more brutally tortured and raped countless others since the unlawful occupation.

Instead, these misconceptions give the impression that "Jihadists" are against the US because they want "literalist interpretation of Islam" and want to put women in cages, but the US doesn't allow them. They hate modernity and the US makes them love modernity. That's why there is a war and the US must win it in "the heart of the Arab-Muslim world."

This strategy of the nihilists is becoming more evident with their attempts at hiding the lies and war crimes of the US administration. Hope this dissection of the nihilist's argument and its comparison with a realist perspective help us distinguish realist from nihilist point of view in the media.